مجلس انصار اللہ یوکے کا علمی تعلیمی تربیتی مجلہ

انصار الدین

مئی، جون ۲۰۱۲ء ہجرت، احسان ہجری شمسی ۱۳۹۱ جلد ۹ شمارہ ۳

اولمپکس ۲۰۱۲ کے موقع پر انصار اللہ یو کے کے زیر اہتمام Love For All
کے تبلیغی پوسٹ کارڈ تقسیم کرنے کی چند تصویری جھلکیاں







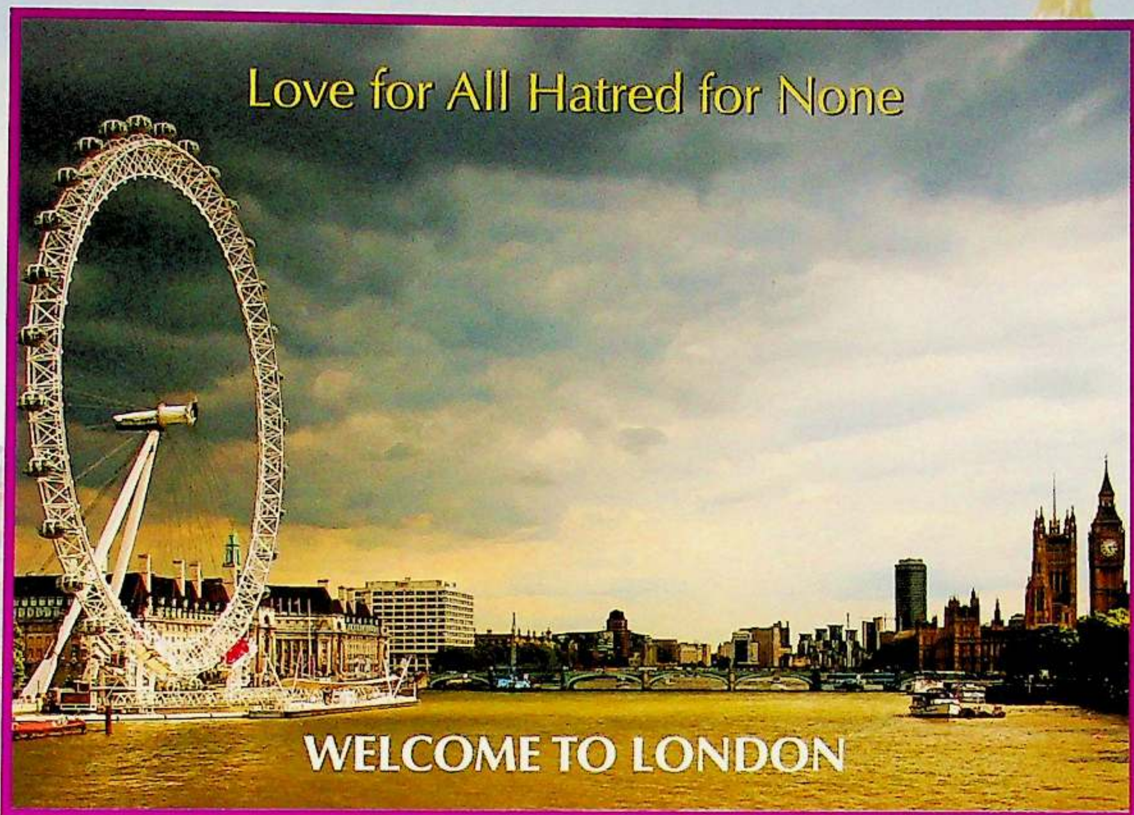


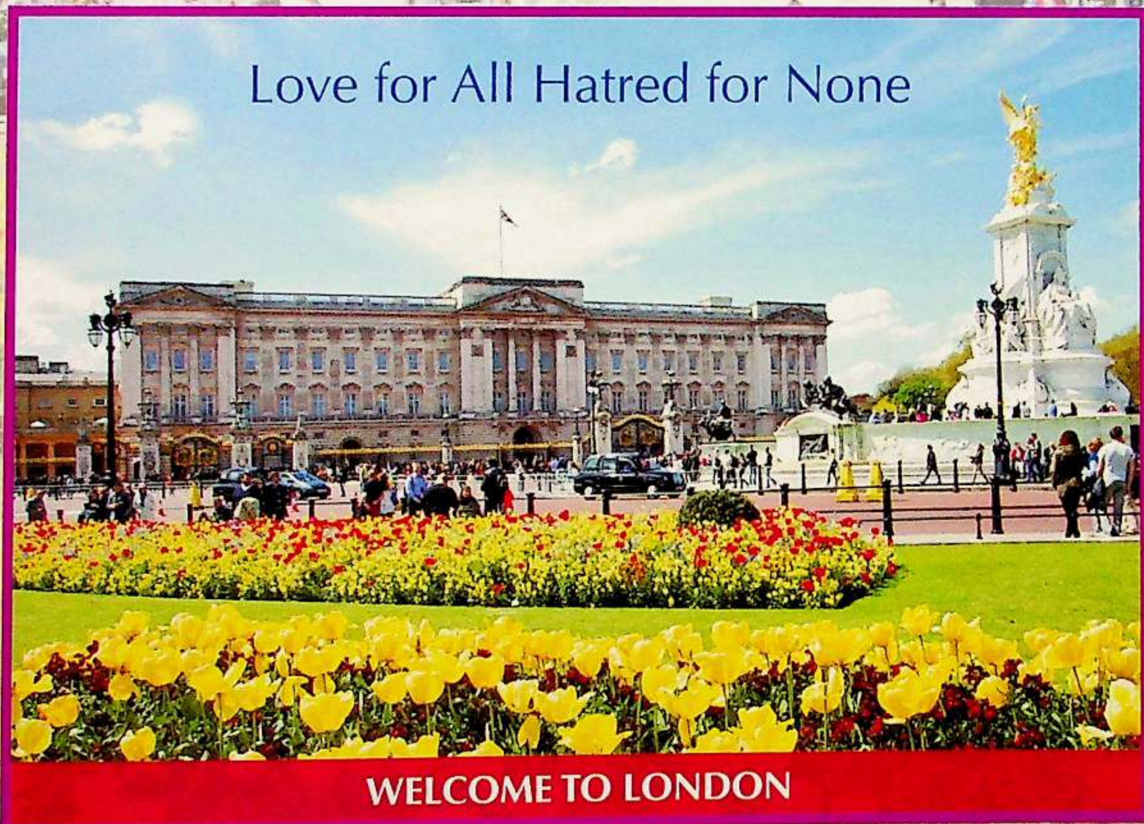






tred for None





Cover Page photographs were taken on London Olympic 2012 While distributing Love For All Postcard to the victors by Majlis Ansarullah UK. Details report will be include next issue.

O LONDON

﴿بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریمؐ وعلیٰ عبدہ المسیح الموعودؑ﴾

انصار الدین

جلد 9 نمبر 3 مئی تا جون 2012ء

فہرست مضامین

انصار اللہ کا عہد

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

مَیں اقرار کرتا ہوں کہ اسلام اور احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت اور نظامِ خلافت کی حفاظت کے لئے انشاء اللہ تعالیٰ آخر دم تک جدوجہد کرتا رہوں گا اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہوں گا۔ نیز مَیں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

تمام انصار اپنا جائزہ لیں کہ
کیا آپ حضرت امیر المومنین
خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
کے ارشاد کے تحت جماعت احمدیہ کی ترقیات
اور احمدیوں کی حفاظت کے لئے
روزانہ دو نفل ادا کر رہے ہیں
اور ہفتہ وار نفلی روزہ کا اہتمام کر رہے ہیں؟!

صدر مجلس انصار اللہ
چودھری وسیم احمد
مدیر اعلیٰ: ڈاکٹر شمیم احمد
مدیر: محمود احمد ملک
نائبین: نوید احمد، حبیب الرّحمٰن غوری

مینیجر: محمود علی مرزا
ترسیل: فیاض احمد ملھی (انچارج)
زاھد احمد باجوہ، شھباز احمد، ارشد محمود،
ادریس احمد بٹر، محمد اختر،
میاں اخلاق احمد، رانا ظھور احمد

"Ansaruddin" 181 London Road, Morden, Surrey SM4 5HF e-mail address: ansaruddinuk@hotmail.com

درس القرآن

﴿یٰۤاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۔ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَایَغْتَبْ بَّعْضُکُمْ بَعْضًا ۔ اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْہِ مَیْتًا فَکَرِھْتُمُوْہُ ۔ وَاتَّقُوا اللّٰہَ ۔ اِنَّ اللّٰہَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ﴾ (سورۃ الحجرات آیت ۱۳)

ہمارے معاشرہ میں بعض برائیاں ایسی ہیں جو بظاہر بہت چھوٹی نظر آتی ہیں لیکن ان کے اثرات پورے معاشرے پر ہو رہے ہوتے ہیں۔ اور ایک فساد برپا ہوا ہوتا ہے۔ انہی برائیوں میں سے بعض کا یہاں اس آیت میں ذکر ہے۔ ترجمہ ہے اس کا کہ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ظن سے بکثرت اجتناب کیا کرو۔ یقیناً بعض ظن گناہ ہوتے ہیں۔ اور تجسس نہ کیا کرو۔ اور تم میں سے کوئی کسی دوسرے کی غیبت نہ کرے۔ کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے؟ پس تم اس سے سخت کراہت کرتے ہو۔ اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ یقیناً اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

اس میں تین باتوں کا ذکر ہے لیکن اصل میں تو پہلی دو باتوں کی ہی مناہی کی گئی ہے۔ تیسری برائی یعنی غیبت میں ہی دونوں آ جاتی ہیں۔ کیونکہ ظن ہوتا ہے تو تجسس ہوتا ہے اس کے بعد غیبت ہوتی ہے۔ تو اس آیت میں یہ فرمایا کہ غیبت جو ہے یہ مردہ بھائی کا گوشت کھانے کے برابر ہے۔ اب دیکھیں ظالم سے ظالم شخص بھی، سخت دل سے سخت دل شخص بھی، کبھی یہ گوارا نہیں کرتا کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے۔ اس تصور سے ہی ابکائی آنے لگتی ہے، طبیعت متلانے لگتی ہے۔

ایک حدیث ہے، ''قیس روایت کرتے ہیں کہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اپنے چند رفقاء کے ساتھ چلے جا رہے تھے۔ آپ کا ایک مردہ خچر کے پاس سے گزر ہوا جس کا پیٹ پھول چکا تھا'' ۔ مرے ہونے کی وجہ سے پیٹ پھول جاتا ہے، کافی دیر سے پڑا تھا۔ ''آپ نے کہا بخدا تم میں سے اگر کوئی یہ مردار پیٹ بھر کر کھا لے تو یہ بہتر ہے کہ وہ کسی مسلمان کا گوشت کھائے'' (یعنی غیبت کرے یا چغلی کرے)۔ (الادب المفرد للبخاری ۔باب الغیبۃ وقول اللہ تعالیٰ: ولایغتب بعضکم بعضا)

تو بعض نازک طبائع ہوتی ہیں۔ اس طرح مرے ہوئے جانور کو، جس کا پیٹ پھول چکا ہو، اس میں سے سخت بدبو آ رہی ہو، تعفن پیدا ہو رہا ہو، اس کو بعض طبیعتیں دیکھ بھی نہیں سکتیں، کجا یہ کہ اس کا گوشت کھایا جائے۔ لیکن ایسی ہی بظاہر حساس طبیعتیں جو مردہ جانور کو تو نہیں دیکھ سکتیں، اس کی بدبو بھی برداشت نہیں کر سکتیں، قریب سے گزر بھی نہیں سکتیں، لیکن مجلسوں میں بیٹھ کر غیبت اور چغلیاں اس طرح کر رہے ہوتے ہیں جیسے کوئی بات ہی نہیں۔ تو یہ بڑے خوف کا مقام ہے، ہر ایک کو اپنا محاسبہ کرتے رہنا چاہئے۔ اب یہ بھی اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ وہ اپنے بندوں پر کتنا مہربان ہے، کہ فرمایا اگر اس قسم کی باتیں پہلے کر بھی چکے ہو، تو استغفار کرو، اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، اپنے رویّے درست کرو، مَیں یقیناً بہت رحم کرنے والا، توبہ قبول کرنے والا ہوں۔ مجھ سے بخشش مانگو تو مَیں رحم کرتے ہوئے تمہاری طرف متوجہ ہوں گا۔ بعض لوگ غیبت اور چغلی کی گہرائی کا علم نہیں رکھتے۔ ان کو سمجھ نہیں آتی کہ کیا بات چغلی ہے، غیبت ہے۔ بعض اوقات سمجھ نہیں رہے ہوتے کہ یہ چغلی بھی ہے کہ نہیں۔ بعض دفعہ بعض باتوں کو مذاق سمجھا جا رہا ہوتا ہے لیکن وہ چغلی اور غیبت کے زمرے میں آتی ہے اس لئے اس کو مَیں تھوڑی سی مزید وضاحت سے کھولتا ہوں۔

علامہ آلوسی ﴿وَلَایَغْتَبْ بَّعْضُکُمْ بَعْضًا﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

''اس کا مطلب یہ ہے کہ تم میں سے کوئی شخص دوسرے افراد سے ایسی بات نہ کرے جو وہ اپنے بارہ میں اپنی غیر موجودگی میں کئے جانے کو ناپسند کرتا ہے ......اور جو چیز وہ ناپسند کرے اس سے مراد عمومی طور پر یہ ہوگی کہ وہ باتیں اس کے دین کے بارہ میں، یا اس کی دنیا کے بارہ میں کی جائیں، اس کی دنیاوی حالت کے بارہ میں کی جائیں، اس کے مال یعنی امیری غریبی کے بارہ میں کی جائیں۔ یا اس کی شکل وصورت کے بارہ میں کی جائیں، یا اس کے اخلاق کے بارہ میں کی جائیں، یا اس کی اولاد کے بارہ میں کی جائیں، یا اس کی بیوی کے بارہ میں کی جائیں، یا اس کے غلاموں اور خادموں کے بارہ میں کی جائیں، یا اس کے لباس کے بارہ میں اور اس کے متعلقات کے بارہ میں ہوں''۔ (روح المعانی)

تو یہ ساری باتیں ایسی ہیں کہ اگر کسی کے پیچھے کی جائیں تو وہ ناپسند کرتا ہے۔ اب دیکھ لیں کہ اکثر ایسی مجلسوں کا محور یہی باتیں ہوتی ہیں، دوسرے کے بارہ میں تو کر رہے ہوتے ہیں لیکن اگر اپنے بارہ میں کی جائیں تو ناپسند کرتے ہیں اور پھر جب باتیں ہو رہی ہوتی ہیں تو ایسے بے لاگ تبصرے ہو رہے ہوتے ہیں جیسا کہ مَیں نے کہا کہ اگر ان کے اپنے بارہ میں یہ پتہ لگ جائے کہ فلاں فلاں مجلس میں ان کے بارہ میں بھی ایسی باتیں ہوئی ہیں تو بُرا لگتا ہے، برداشت نہیں کر سکتے، فوراً مرنے مارنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ اس لئے جو باتیں وہ اپنے لئے پسند نہیں کرتے، اپنے بھائی کے لئے بھی پسند نہ کریں۔ جن باتوں کا ذکر اپنے لئے مناسب نہیں سمجھتے کہ مجلسوں میں ہوں، اپنے بھائی کے لئے بھی وہی پسند کریں کہ اس کا ذکر بھی اس طرح مجلسوں میں نہ ہو۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز 26.12.04)

حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

شرک، والدین کی نافرمانی اور جھوٹ سب سے بڑے گناہ ہیں

عَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَا اُنَبِّئُکُمْ بِاَکْبَرِ الْکَبَائِرِ ثَلَاثًا قَالُوْ بَلٰی یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ اَلْاِ شْرَاکُ بِاللّٰہِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ وَجَلَسَ وَکَانَ مُتَّکِئًا فَقَالَ اَلَا وَقَوْلُ الزُّوْرِ فَمَا زَالَ یُکَرِّرُھَا حَتّٰی قُلْنَا لَیْتَہٗ سَکَتَ (صحیح بخاری)

ترجمہ: ابوبکرؓ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے لوگو! کیا میں تمہیں سب سے بڑے گناہوں پر مطلع نہ کروں؟ اور (صحابہ کو متوجہ کرنے کے لئے) آپ نے یہ الفاظ تین دفعہ دہرائے۔ صحابہ نے عرض کیا: ہاں رسول اللہ آپ ضرور ہمیں مطلع فرمائیں۔ آپؐ نے فرمایا: تو پھر سنو کہ سب سے بڑا گناہ خدا تعالیٰ کا شرک ہے اور پھر دوسرے نمبر پر سب سے بڑا گناہ والدین کی نافرمانی اور ان کی خدمت کی طرف سے غفلت برتنا ہے اور پھر...... اور یہ بات کہتے ہوئے آپ تکیہ کا سہارا چھوڑ کر جوش کے ساتھ بیٹھ گئے اور فرمایا...... اچھی طرح سن لو کہ اس کے بعد سب سے بڑا گناہ جھوٹ بولنا ہے اور آپ نے اپنے ان آخری الفاظ کو اتنی دفعہ دہرایا کہ ہم نے آپ کی تکلیف کا خیال کرتے ہوئے دل میں کہا کہ کاش اب آپ خاموش ہو جائیں (اور اتنی تکلیف نہ اٹھائیں)۔

تشریح: اس مؤثر ترین حدیث میں آنحضرت ﷺ نے سب سے بڑے گناہوں کا ذکر فرماتے ہوئے تین ایسی باتوں کو چنا ہے جو روحانیت اور اخلاقیات کے تین مختلف میدانوں کی بنیادی باتیں ہیں۔ یہ تین میدان (1) حقوق اللہ (2) حقوق العباد (3) اصلاح نفس کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔

سب سے بڑا گناہ شرک ہے۔ شرک کا گناہ دراصل غداری اور بغاوت دونوں کا مجموعہ ہے۔ یہ انتہا درجہ کی غداری ہے۔ کہ جس ہستی نے ہمیں پیدا کیا۔ اور ہماری دینی اور دنیوی ترقی کے اسباب مہیا کئے اس کے مقابل پر ایسی ہستیوں کے ساتھ تعلق قائم کیا جائے۔ جن کا نہ تو ہماری پیدائش کے ساتھ کوئی تعلق ہے اور نہ ہماری بقا کے ساتھ ان کا کوئی واسطہ ہے اور پھر یہ انتہا درجہ کی بغاوت بھی ہے کہ دنیا کے حقیقی مالک اور حقیقی حکمران کی حکومت سے سرتابی کر کے ایسی ہستیوں کے سامنے سر جھکایا جائے جنہیں ہم پر کسی نوع کا ذاتی تصرف حاصل نہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ آج کل کی ترقی یافتہ دنیا میں بھی ایسی قومیں پائی جاتی ہیں۔ جن کا دامن ان کی بظاہر اعلیٰ تعلیم اور اعلیٰ تہذیب کے باوجود شرک کی نجاست سے پاک نہیں۔ چنانچہ عیسائی اقوام حضرت مسیح ناصری کو (جن میں دوسرے نبیوں سے ہرگز کوئی زائد بات نہیں تھی) خدا مان کر اب تک شرک کی دلدل میں پھنسی ہوئی ہیں اور ہندوؤں کے ہزاروں دیوتا تو ایک کھلی ہوئی کہانی کا حصہ ہیں۔ جسے بچہ بچہ جانتا ہے۔

دوسرا بڑا گناہ اس حدیث میں حقوق الوالدین بیان کیا گیا ہے عقوق کے معنی عربی زبان میں کسی چیز کو کاٹنے کے ہیں اور اصلاحی طور پر اس کے معنی ماں باپ کی نافرمانی کرنا۔ ان کا واجبی ادب ملحوظ نہ رکھنا ان کے ساتھ شفقت سے پیش نہ آنا اور ان کی خدمت سے غفلت برتنا ہے۔ والدین کی اطاعت اور خدمت کا فریضہ حقوق العباد سے تعلق رکھتا ہے۔ اور دنیا کے حقوق میں غالباً سب سے زیادہ مقدس حق قرار دیا گیا ہے۔ حتیٰ کہ ایک دوسری حدیث میں آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ ماں باپ کی خوشی میں خدا کی خوشی ہے اور ماں باپ کی ناراضگی میں خدا کی ناراضگی ہے اور ایک اور حدیث میں ارشاد فرماتے ہیں کہ جس شخص نے اپنے والدین کے بڑھاپے کا زمانہ پایا اور پھر اس نے ان کی خدمت کے ذریعہ اپنے واسطے جنت کا رستہ نہیں کھولا۔ وہ بڑا ہی بدقسمت انسان ہے۔ اور آپ کا ذاتی اسوہ اس معاملہ میں یہ ہے کہ جب ایک دفعہ آپ کچھ مال تقسیم فرمانے میں مصروف تھے تو آپ کی رضاعی والدہ آپ سے ملنے کے لئے آئیں (آپ کی حقیقی والدہ آپ کے بچپن میں ہی فوت ہو گئی تھیں) آپ انہیں دیکھتے ہی میری ماں کہتے ہوئے ان کی طرف لپکے۔ ان کے لئے اپنی چادر بچھا کر انہیں بڑی محبت اور عزت کے ساتھ بٹھایا۔ الغرض اسلام نے والدین کی اطاعت اور خدمت کے متعلق انتہائی تاکید فرمائی ہے حتیٰ کہ قرآن شریف فرماتا ہے وَاخْفِضْ لَھُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَۃِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْھُمَا کَمَا رَبَّیَانِیْ صَغِیْرًا۔ ''یعنی تم اپنے ماں باپ کے سامنے عاجزی اور انکساری کے بازوؤں کو محبت اور رحمت کے ساتھ جھکائے رکھو اور ان کے لئے ہمیشہ خدا سے دعا مانگتے رہو کہ خدایا جس طرح میرے والدین نے مجھے بچپن میں جب کہ میں بالکل بے سہارا تھا۔ محبت اور شفقت کے ساتھ پالا۔ اسی طرح اب تو ان کے بڑھاپے میں ان پر شفقت و رحم کی نظر رکھ۔

تیسرا بڑا گناہ اس حدیث میں جھوٹ بولنا بیان کیا گیا ہے۔ اور اس کے متعلق اسلام کا نظریہ اس حدیث کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ جب آپ جھوٹ کا ذکر فرمانے لگے تو جوش کے ساتھ اٹھ کر بیٹھ گئے اور ان الفاظ کو بار بار دہرایا کہ الاوقول الزور۔ الاوقول الزور۔ ''یعنی کان کھول کر سن لو۔ ہاں پھر کان کھول کر سن لو کہ شرک اور حقوقِ والدین کے بعد سب سے بڑا گناہ جھوٹ بولنا ہے۔'' حق یہ ہے کہ اگر باقی باتیں اس بیج کا حکم رکھتی ہیں۔ جن سے گناہ کا درخت پیدا ہوتا ہے۔

اگلے صفحہ پر جاری ہے

کلام الامام علیہ السلام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

''وہ دن آتے جاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اپنے روشن نشانوں کے ساتھ تمام پردے اٹھاتا جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ ایسا ہی ایک دوز بردست ہاتھ دکھادے گا تو پھر کہاں تک لوگ برداشت کرسکیں گے۔ آخر اُن کو ماننا پڑے گا کہ حق اِسی میں ہے جو ہم کہتے ہیں۔ ہمارے مخالف جو ہمارے ساتھ لڑائی کرتے ہیں دراصل ہمارے ساتھ لڑائی نہیں کرتے بلکہ خدا تعالیٰ کے ساتھ لڑائی کرتے ہیں۔ اور کون ہے جو خدا تعالیٰ کے ساتھ لڑائی میں کامیاب ہو''۔ (ملفوظات جلد پنجم صفحہ 215 ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

مزید فرمایا:

''یہ لوگ یاد رکھیں کہ اُن کی عداوت سے اسلام کو کچھ بھی ضرر نہیں پہنچ سکتا۔ کیڑوں کی طرح خود ہی مر جائیں گے۔ مگر اسلام کا نور دن بدن ترقی کرے گا۔ خدا تعالیٰ نے چاہا ہے کہ اسلام کا نور دنیا میں پھیلا دے۔ اسلام کی برکتیں اب اِن مگس طینت مولویوں کی بک بک سے رک نہیں سکتیں۔ خدا تعالیٰ نے مجھے مخاطب کر کے صاف لفظوں میں فرمایا ہے میں تجھے عزت دوں گا اور بڑھاؤں گا اور تیرے آثار میں برکت رکھ دوں گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈھیں گے۔ اب اے مولویو! اے بخل کی سرشت والو! اگر طاقت ہے تو خدا تعالیٰ کی اِن پیشگوئیوں کو ٹال کر دکھاؤ۔ ہر یک قسم کے فریب کام میں لاؤ اور کوئی فریب اٹھا نہ رکھو۔ پھر دیکھو کہ آخر خدا تعالیٰ کا ہاتھ غالب رہتا ہے یا تمہارا۔'' (تبلیغ رسالت جلد دوم صفحہ 92)

بقیہ: درس الحدیث

تو جھوٹ اس بیج کے واسطے پانی کے طور پر ہے جس کی وجہ سے یہ درخت پنپتا اور ترقی کرتا ہے۔ یہ جھوٹ ہی ہے جس کی وجہ سے گناہ پر دلیری پیدا ہوتی اور انسان گناہ کی دلدل میں پھنسے رہنے کا ایک بہانہ حاصل کر لیتا ہے۔ کیونکہ جھوٹ کے ذریعہ گناہ پر پردہ ڈالا جاتا ہے اور پھر اس پردہ کی اوٹ میں گناہ بڑھتا اور پھیلتا چلا جاتا ہے۔ پس جھوٹ صرف اپنی ذات میں ہی گناہ نہیں ہے بلکہ دوسرے گناہوں کے واسطے ایک بدترین قسم کا سہارا بھی ہے اسی لئے آنحضرت ﷺ نے جھوٹ کو شرک اور عقوق والدین کے بعد سب سے بڑا گناہ قرار دیا ہے۔ ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ ایک دفعہ ایک مسلمان نے آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ میرا نفس کمزور ہے اور میں بہت سی کمزوریوں میں مبتلا ہوں۔ اور میں سارے گناہوں کو یک دم چھوڑنے کی ہمت نہیں پاتا۔ آپ مجھے ہدایت فرمائیں کہ میں سب سے پہلے کس گناہ کو چھوڑوں؟ آپ نے فرمایا ''جھوٹ بولنا چھوڑ دو'' اس نے اس کا وعدہ کیا۔ اور گھر واپس آ گیا۔ پھر جب وہ اپنی عادت کے مطابق بعض دوسرے گناہوں کا ارتکاب کرنے لگا۔ تو اسے خیال آیا کہ اب اگر رسول اللہ تک میری یہ بات پہنچی اور آپ نے مجھ سے پوچھا۔ تو جھوٹ تو بہر حال میں نے بولنا نہیں۔ میں آپ کو کیا جواب دوں گا؟ یا اگر کسی مسلمان کو میری کسی کمزوری کا علم ہوا تو اس کے سامنے میں اپنے اس گناہ پر کس طرح پردہ ڈالونگا؟ آخر اسی میں اس نے سوچتے سوچتے فیصلہ کیا کہ جب چھوڑ دیا ہے تو اب یہی بہتر ہے کہ سارے گناہوں سے ہی اجتناب کیا جائے۔ چنانچہ وہ جھوٹ چھوڑنے کی برکت سے سب گناہوں سے نجات پا گیا۔ پس آنحضرت ﷺ نے کمال حکمت سے جھوٹ کے گناہ کو شرک اور عقوق والدین کے گناہوں کے بعد سب سے بڑا گناہ قرار دے کر مسلمانوں کی اصلاح کا ایک ایسا نفسیاتی نکتہ بیان فرمایا ہے۔ جس کے ذریعہ وہ بہت جلد اپنے گناہوں پر غلبہ پا سکتے ہیں۔ حق یہ ہے کہ جھوٹ ایک بدترین اور ذلیل ترین قسم کا گناہ ہے اور ہر شریف انسان کا فرض ہے کہ اخلاقی گناہوں میں سب سے پہلے جھوٹ پر غلبہ پانے کی کوشش کرے۔

لیکن ضمناً یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ جھوٹ نہ بولنے کی تعلیم سے یہ مراد ہرگز نہیں کہ ہر حال میں سچی بات بلا ضرورت بیان کر دی جائے بلکہ مراد صرف یہ ہے کہ جو بات بیان کی جائے وہ بہر حال سچی اور جھوٹ کی آمیزش سے پاک ہونی چاہیئے۔ ورنہ بسا اوقات قومی یا خاندانی یا ذاتی مصالح بعض باتوں میں رازداری کے متقاضی ہوتے ہیں اور رازداری ہرگز راست گفتاری کے خلاف نہیں۔

فرمودات سیدنا حضرت خلیفۃالمسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ

جہاں ہم دنیا کو سمجھاتے ہیں کہ کسی بھی مذہب کی مقدس ہستیوں کے بارے میں کسی بھی قسم کا نازیبا اظہار خیال، کسی بھی طرح کی آزادی کے زمرے میں نہیں آتا۔ تم جو جمہوریت اور آزادی ضمیر کے چیمپئن بن کر دوسروں کے جذبات سے کھیلتے ہو یہ نہ ہی جمہوریت ہے اور نہ ہی آزادیٔ ضمیر ہے۔ ہر چیز کی ایک حد ہوتی ہے اور کچھ ضابطۂ اخلاق ہوتے ہیں۔ جس طرح ہر پیشے میں ضابطہ اخلاق ہیں، اسی طرح صحافت کے لئے بھی ضابطہ اخلاق ہے اور اسی طرح کوئی بھی طرز حکومت ہو اس کے بھی قانون قاعدے ہیں۔ آزادی رائے کا قطعاً یہ مطلب نہیں ہے کہ دوسرے کے جذبات سے کھیلا جائے، اس کو تکلیف پہنچائی جائے۔ اگر یہی آزادی ہے جس پر مغرب کو ناز ہے تو یہ آزادی ترقی کی طرف لے جانے والی نہیں ہے بلکہ یہ تنزل کی طرف لے جانے والی آزادی ہے۔ مغرب بڑی تیزی سے مذہب کو چھوڑ کر آزادی کے نام پر ہر میدان میں اخلاقی قدریں پامال کر رہا ہے اس کو پتہ نہیں ہے کہ کس طرح یہ لوگ اپنی ہلاکت کو دعوت دے رہے ہیں۔ ابھی اٹلی میں ایک وزیر صاحب نے ایک نیا شوشہ چھوڑا ہے کہ یہ بیہودہ اور غلیظ کارٹون ٹی شرٹس پر چھاپ کر پہننے شروع کر دیئے ہیں بلکہ دوسروں کو بھی کہا ہے میرے سے لو۔ سنا ہے وہاں بیچے بھی جا رہے ہیں۔ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کا علاج یہی ہے۔ تو ان لوگوں کو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ یہ تو ہمیں نہیں پتہ کہ مسلمانوں کا یہ علاج ہے یا نہیں لیکن ان حرکتوں سے وہ خدا کے غضب کو بھڑکانے کا ذریعہ ضرور بن رہے ہیں۔ جو کچھ بیوقوفی میں ہو گیا، وہ تو ہو گیا لیکن اس کو تسلسل سے اور ڈھٹائی کے ساتھ کرتے چلے جانا اور اس پر پھر مصر ہونا کہ ہم جو کر رہے ہیں ٹھیک ہے۔ یہ چیز اللہ تعالیٰ کے غضب کو ضرور بھڑکاتی ہے۔ تو بہرحال جیسا کہ مَیں نے کہا تھا باقی مسلمانوں کا ردّعمل تو وہ جانیں، لیکن ایک احمدی مسلمان کا ردّعمل یہ ہونا چاہئے کہ ان کو سمجھائیں، خدا کے غضب سے ڈرائیں۔ جیسا کہ پہلے بھی مَیں کہہ چکا ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خوبصورت تصویر دنیا کے سامنے پیش کریں اور اپنے قادر و مقتدر خدا کے آگے جھکیں اور اس سے مدد مانگیں۔ اگر یہ لوگ عذاب کی طرف ہی بڑھ رہے ہیں تو وہ خدا جو اپنی اور اپنے پیاروں کی غیرت رکھنے والا ہے، اپنی قہری تجلیات کے ساتھ آنے کی بھی طاقت رکھتا ہے۔ وہ جو سب طاقتوں کا مالک ہے، وہ جو انسان کے بنائے ہوئے قانون کا پابند نہیں ہے، ہر چیز پر قادر ہے، اس کی چکّی جب چلتی ہے تو پھر انسان کی سوچ اس کا احاطہ نہیں کر سکتی، پھر اس سے کوئی بچ نہیں سکتا۔

پس احمدیوں کو مغرب کے بعض لوگوں کے یا بعض ملکوں کے یہ رویے دیکھ کر خدا تعالیٰ کے حضور مزید جھکنا چاہئے۔ خدا کے مسیح نے یورپ کو بھی وارننگ دی ہوئی ہے اور امریکہ کو بھی وارننگ دی ہوئی ہے۔ یہ زلزلے، یہ طوفان اور یہ آفتیں جو دنیا میں آ رہی ہیں یہ صرف ایشیا کے لئے مخصوص نہیں ہیں۔ امریکہ نے تو اس کی ایک جھلک دیکھ لی ہے۔ پس اے یورپ! تو بھی محفوظ نہیں ہے۔ اس لئے کچھ خوف خدا کرو اور خدا کی غیرت کو نہ للکارو۔ لیکن ساتھ ہی مَیں یہ کہتا ہوں کہ مسلمان ممالک یا مسلمان کہلانے والے بھی اپنے رویے درست کریں۔ ایسے رویے اور ایسے ردّعمل ظاہر کریں جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حُسن کو دنیا کے سامنے رکھیں، ان کو دکھائیں۔ تو یہ وہ صحیح ردّعمل ہے جو ایک مومن کا ہونا چاہئے۔ (خطبہ جمعہ 16 فروری 2006ء)

مغربی ممالک میں وقف بعد از ریٹائرمنٹ

''پھر وقف بعد از ریٹائرمنٹ ہے۔ ان مغربی ممالک میں بھی جماعتی ضروریات بڑھ رہی ہیں اور یہاں کیونکہ حکومت کی طرف سے، اداروں کی طرف سے سہولتیں ملتی ہیں اس لئے جو احمدی ریٹائرمنٹ کے بعد یہ سہولیات لے رہے ہیں ان کو اپنے آپ کو جماعتی خدمات کے لئے پیش کرنا چاہئے۔ جماعت سے مالی مطالبہ نہ ہو کیونکہ ان کی ضروریات تو ان سہولتوں سے جو وہ حکومت سے یا اداروں سے لے رہے ہیں یا پنشن وغیرہ سے جو رقم ملی ہے اس سے پوری ہو رہی ہیں۔ بعض لوگ تو ریٹائرمنٹ کے بعد دوبارہ کام تلاش کرتے ہیں کیونکہ بعض ایسی ذمہ داریاں ہوتی ہیں جن کو پورا کرنا ہوتا ہے، بچے وغیرہ ابھی پڑھ رہے ہوتے ہیں۔ تو بہرحال جن کی ذمہ داریاں ایسی نہیں ہیں اور اگر صحت اچھی ہے تو ان کو اپنے آپ کو جماعتی خدمات کے لئے رضاکارانہ طور پر پیش کرنا چاہئے۔ لیکن بعض دفعہ ذہنوں میں یہ بات آ جاتی ہے کہ شاید ہم رضاکارانہ کام کر کے جماعت پر کوئی احسان کر رہے ہیں، تو اگر اپنے آپ کو پیش کرنا ہو تو اس سوچ کے ساتھ آئیں کہ اگر ہم سے کوئی جماعتی خدمت لے لی جائے تو جماعت اور خدا تعالیٰ کا ہم پر احسان ہوگا۔'' (مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 24 تا 30 نومبر 2006ء)

عشرہ مبشرہ

حضرت ابو عبیدہ بن الجراح

(داؤد احمد عابد مربی سلسلہ)

ترمذی اور مسند احمد بن حنبل میں روایت آئی ہے کہ آنحضورﷺ نے فرمایا: ابوبکر جنتی ہیں، عمر جنتی ہیں، علی جنتی ہیں، عثمان جنتی ہیں، طلحہ جنتی ہیں، زبیر جنتی ہیں، عبدالرحمٰن بن عوف جنتی ہیں، سعد بن ابی وقاص جنتی ہیں، سعید بن عمرو بن نفیل جنتی ہیں اور ابوعبیدہ بن الجراح جنتی ہیں۔

ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت آئی ہے کہ آنحضورﷺ نے فرمایا:

ابوبکر کیا ہی عمدہ شخص ہیں، عمر کیا ہی عمدہ شخص ہیں، ابوعبیدۃ بن الجراح کیا ہی عمدہ شخص ہیں، اسید بن حضیر کیا ہی عمدہ شخص ہیں، ثابت بن قیس بن شماس کیا ہی عمدہ شخص ہیں، معاذ بن جبل کیا ہی عمدہ شخص ہیں اور معاذ بن عمرو بن الجموح کیا ہی عمدہ شخص ہیں۔

عبداللہ بن شقیق بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ آنحضورؐ کو اپنے صحابہ میں سے سب زیادہ محبوب کون تھے؟ تو انہوں نے بتایا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، میں نے پوچھا ان کے بعد؟ انہوں نے فرمایا: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ میں نے پوچھا پھر کون؟ انہوں نے بتایا حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ میں نے پوچھا آپؐ نے ان کے بعد کس کا نام لیا؟ تو آپ خاموش رہیں۔

وہ سعادت مند دس لوگ جنہیں آنحضورﷺ نے زندگی میں ہی جنت کی بشارت دی وہ سب اپنے شجرہ نسب میں فھر بن مالک بن النضر پر ملتے ہیں، یہیں ان سب سعادت مند لوگوں کا سلسلہ نسب آنحضورﷺ سے بھی ملتا ہے، ان میں سے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح حارث بن فہر بن مالک کی اولاد میں سے ہیں جبکہ دیگر تمام لوی بن غالب بن فہر بن مالک کی اولاد میں سے ہیں، اور آنحضورﷺ کا بھی یہی شجرہ نسب بنتا ہے۔

آپکا نام عامر بن عبد اللہ بن الجراح الفھری القریشی ہے جبکہ آپ کی کنیت ابوعبیدۃ تھی اور آنحضورؐ نے آپ کو امین ھذا الامۃ یعنی امت اسلام کا امین قرار دیا ہے۔ آپ ہجرت سے 40 سال قبل 548 عیسوی کو پیدا ہوئے۔

آپؓ کی والدہ ماجدہ امیمۃ بنت عثمان بن جابر بن عبدالعزی ہیں۔

جیسا کہ پہلی سطور سے یہ بات عیاں ہو چکی ہے کہ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح ان دس خوش قسمت صحابہ میں سے ہیں جنہیں ان کی زندگی ہی میں آنحضورؐ نے جنت کی بشارت عنایت فرمائی تھی، اب آنے والی سطور اس بات کو بیان کریں گی کہ وہ کون سے امور تھے جو آپ کی جنتی زندگی کو اس دنیا ہی میں ظاہر کرتے تھے، تا کہ ہم بھی اصحابی کالنجوم بأیھم اقتدیتم اھتدیتم کے موافق ان کی پاک سیرت کو اپنا کر اپنی دنیا و آخرت کو جنت بنا سکیں۔ اور ان کو مشعل راہ بنا کر معاشرہ میں عمدہ روایات کے امین بن کر دنیا کو امن و سلامتی کا گہوارہ بنانے میں اپنا بھرپور اور فعال کردار ادا کر سکیں۔ کیونکہ یہ وہ عظیم لوگ ہیں جن کی تربیت ہمارے سید و مولا سرور کائنات محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمائی تھی۔

آپ کا اسلام لانا

آپ ابتدائی دس اسلام قبول کرنے والے سعادت مند السابقون الاولون میں شامل ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کو اسلام کی تبلیغ کی، اور یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان لانے سے اگلے دن کا واقعہ ہے جب آپ نے حضرت عثمان بن مظعون، حضرت عبیدۃ بن الحارث، حضرت عبد الرحمٰن بن عوف اور حضرت ابوسلمۃ بن عبداللہ کی معیت میں آنحضورؐ کی بیعت کا شرف حاصل کیا، اس وقت آپ کی عمر 27 برس تھی۔

آپ نے ہجرت حبشہ کی توفیق بھی پائی۔ آپ کو امیر الامراء کا لقب دیا گیا۔

حلیہ

آپ طویل القامت، نحیف الجسم تھے، آپ کے چہرہ پر رگیں نمایاں اور داڑھی ہلکی تھی۔

آپ ان صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے جونہی بیعت کی تو دل میں ٹھان لیا کہ ان کی سب زندگی اب خدا کی راہ میں وقف ہے اور انہوں نے تادم آخریں اپنے اس وقف کو بطریق احسن نبھایا۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح جنہوں نے آنحضورؐ کے ساتھ تمام جنگوں میں شرکت کی توفیق پائی ہے دوران جنگ ان کی تمام تر توجہ آنحضورؐ کی طرف مبذول رہتی تھی، وہ اپنی جگہ پر داد شجاعت دینے کے ساتھ ساتھ اپنی عقابی نگاہیں ادھر بھی مرکوز رکھتے جہاں آنحضورؐ جنگ کی کمان فرما رہے ہوتے، مبادا کوئی دشمن کسی موقعہ سے فائدہ اٹھانے کی کوشش نہ کر سکے۔ جب بھی آپ کو محسوس ہوتا کہ اس وقت آنحضورﷺ کو میری ضرورت ہے تو آپ ایک وارفتگی کے عالم میں آنحضورﷺ کی طرف لپکتے۔ آپ ان چند صحابہ میں سے ہیں جو غزوہ احد میں آنحضورؐ کے ساتھ ثابت قدم رہے، اور آپ ہی تھے جو اس خود کی کڑیوں کو جو آنحضورؐ کی گال مبارک میں غزوہ احد کے دن چبھی تھیں نکالنے کو دیوانہ وار آگے آئے۔ اس موقعہ پر آپ نے فرمایا:

"کیف یفلح قوم خضبوا وجہ نبیھم، وھو یدعوھم الیٰ ربھم......"

یعنی وہ قوم کیسے فلاح پاسکتی ہے جو اپنے نبی کے رخ انور کو خون آلود کر دے، حالانکہ وہ انہیں ان کے رب کی طرف بلاتا ہو۔

اسی دیوانگی اور وارفتگی میں آپ نے خود کی ان کڑیوں کو اپنے دانتوں سے

نکالنے کی کوشش کی اور اس کوشش میں آپ کے 4 دانت شہید ہو گئے۔ مناسب ہوگا اس بارہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت یہاں درج کر دی جائے، آپؓ فرماتے ہیں:

جنگ احد کے دن جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تیر لگا اور آپ کے گال مبارک میں خود کی دو کڑیاں پیوست ہو گئیں تو میں آپؐ کی طرف بھاگا، ایسے میں میں نے ایک انسان کو دیکھا کہ وہ مشرق کی جانب سے اڑتا چلا آتا ہے، اس پر میں نے دعا کی کہ یا اللہ اسے اطاعت بنا دے۔ یعنی اللہ خیر کرے کوئی دشمن نہ ہو بلکہ آپؐ کا کوئی مطیع وفرمانبردار ہو۔ جب ہم دونوں وہاں پہنچے تو حضرت ابوعبیدہ بن الجراح مجھ پر سبقت لے جا چکے تھے، انہوں نے مجھ سے کہا: اے ابوبکر میں آپ کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ یہ کام مجھے کرنے دیں اور یہ کڑیاں میں آنحضورؐ کے رخِ انور سے نکالوں۔ اس پر میں نے انہیں یہ کام کرنے دیا۔ اس پر انہوں نے اپنے دو دانتوں سے اس خود کی ایک کڑی کو پکڑ کر کھنچا، نتیجۃً کڑیاں دانتوں سمیت زمین پر گر گئیں، پھر آپ نے دوسری کڑی کو اپنے دوسرے دو دانتوں سے کھینچا سو وہ بھی کڑیوں کے ساتھ ہی گر گئے۔

کہا جاتا ہے کہ آپؓ کا باپ غزوہ بدر میں کفار کی طرف سے جنگ میں شامل تھا، جسے آپؓ نے خود قتل کیا۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ دلیر اور جاں نثار صحابی ایک بھرپور شخصیت کے مالک تھے، اور ہمیشہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتبار پر پورے اترتے تھے، اسی بنا پر آپ مختلف وفود کو بھجواتے وقت آپ کو ان وفود کی امارت سپرد فرماتے، خواہ وہ کسی سریہ پر بھجوانا مقصود ہوتا، یا کسی قوم کی تعلیم وتربیت اور انہیں اسلامی تعلیمات سے روشناس کروانے کا معاملہ ہوتا۔ چنانچہ جب اہل یمن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے کہ ان کی تعلیم وتربیت کے لئے کسی کو بھیجا جائے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر انتخاب آپ ہی تھے۔ اور اسی طرح جب اہل نجران اسلام لانے کو آئے تو ان کی تعلیم وتربیت کے لئے بھی آپ کا انتخاب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اور فرمایا کہ:

لابعثن معکم رجلا امینا، حق امین، حق امین.. حق امین

کہ میں آپ لوگوں کے ساتھ ایک امین شخص کو بھیجوں گا جو، حقیقی امین ہے، حقیقی امین ہے، حقیقی امین ہے۔

بخاری شرف میں آیا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو جزیہ وصول کرنے کے لئے بحرین بھیجا۔

آپ ان سعادت مند صحابہ میں سے ہیں جنہیں قرآن کریم جمع کرنے کی سعادت عطا ہوئی۔

ایک بہت اہم حدیث آپ کی روایت سے امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں روایت کی ہے وہ یہ ہے:

وروی الامام احمد بسندہ عن ابی جمعۃ حبیب بن سباع قال: تغدینا مع رسول اللہ ومعنا ابو عبیدۃ بن الجراح، قال: فقال: یا رسول اللہ، ھل احد خیر منا؟! اسلمنا معک، وجاھدنا معک.

قال: نعم، قوم یکونون من بعدکم، یؤمنون بی ولم یرونی

ترجمہ: امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں ابو جمعہ حبیب بن سباع کے واسطہ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ ہم نے آنحضورؐ کی موجودگی میں دوپہر کا کھانا کھایا جبکہ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح بھی ہمارے ساتھ تھے، انہوں نے پوچھا کہ حضور! کیا کوئی ہم سے بھی بہتر ہے؟! ہم آپ پر ایمان لائے، اور آپ کے ساتھ جہاد کیا، اس پر آنحضورؐ نے فرمایا: ''ہاں! ایک قوم جو آپ لوگوں کے بعد ہوں گے، وہ مجھ پر ایمان لائیں گے اور انہوں نے مجھے دیکھا نہیں۔''

دعا کی طاقت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''دعا میں خدا تعالیٰ نے بڑی طاقتیں رکھیں ہیں خدا نے مجھے بار بار الہامات کے یہی فرمایا ہے کہ جو کچھ ہوگا دعا کے ذریعہ سے ہوگا۔ ہمارا ہتھیار تو دعا ہی ہے اور اس کے سوائے کوئی ہتھیار میرے پاس نہیں جو کچھ ہم پوشیدہ مانگتے ہیں خدا اس کو ظاہر کر کے رکھ دیتا ہے ...... دعا سے بڑھ کر اور کوئی ہتھیار نہیں۔''

(سیرت مسیح موعود از یعقوب علی عرفانی صفحہ نمبر 518)

غزوہ خبط

آنحضورؐ نے آپ کو تین سو سے زیادہ افراد کے ایک سریہ کا امیر بنا کر بھیجا جسے ''غزوہ خبط'' کا نام دیا گیا، ان کے پاس بہت کم زادِ راہ تھی، جب وہ ختم ہوئی تو درختوں کے پتوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر پیس کر نگل جاتے اور اس پر پانی پی کر گزارا کرتے۔ عربی میں خبط کے ایک معنے درخت کے گرے ہوئے پتوں کے بھی ہیں۔ انہی گرے ہوئے پتوں کو پیس کر کھانے کے باعث اس سریہ کا نام ''خبط'' پڑا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اس سریہ میں شامل تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ اسی بے سروسامانی کی عالم میں ہم چلے جا رہے تھے کہ ایک ساحل سمندر کے نزدیک پہنچے، دور سے ہمیں ایک ٹیلہ نما چیز دکھائی دی، قریب پہنچے تو وہ ایک بہت بڑی وہیل مچھلی تھی، حضرت ابوعبیدہ بن الجراح جو امیر سریہ تھے پہلے انہوں نے کہا کہ یہ مردار ہے اسے نہیں کھانا، پھر آپ نے اپنے اجتہاد سے کام لیتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا کہ چونکہ ہم جہاد پر نکلے ہیں اور کھانا ختم ہونے کے باعث اضطرار کی کیفیت بھی ہے اس لئے اس کا کھانا جائز ہے۔ سو ہم تین سو لوگ مہینہ بھر وہاں رہے، اور خوب توانا ہو گئے۔ وہ مچھلی جو رزق کے طور پر خدا تعالیٰ نے اپنے پیارے صحابہ کو عطا فرمائی اس کی آنکھ کے گھیرے میں 13 لوگ سما جاتے تھے، جبکہ اس کی پسلی کو کھڑا کرنے سے ایک اونٹ سوار اس کے نیچے سے اپنے کجاوے سمیت گزر جاتا تھا۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مزید بتاتے ہیں کہ ہم نے اس میں سے کچھ گوشت سکھا بھی لیا، جب ہم مدینہ واپس پہنچے تو آنحضور صلی اللہ علیہ

وسلم سے اس امر کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا:

"هو رزق اخرجه الله لكم فهل معكم من لحمه شئ فتطعمونا"

کہ یہ وہ رزق ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کے لئے نکالا، اگر تمہارے پاس اس میں سے کچھ ہے تو ہمیں بھی کھلاؤ، سو اس مچھلی کے گوشت کا کچھ حصہ آپ کی خدمت اقدس میں بھی پیش کیا گیا، جسے آپ نے تناول فرمایا۔

اسی طرح سریہ ذی القصہ میں بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو امارت تفویض فرمائی جس میں آپ نے کامیابی حاصل کی۔

آٹھ سن ہجری میں غزوہ ذات السلاسل ہوا جس کی قیادت حضرت عمرو بن العاص کر رہے تھے، انہوں نے محسوس کیا کہ دشمن کی تعداد توقع سے کافی زیادہ ہے، اس بناء پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کی سرکردگی میں کمک روانہ فرمائی جس میں حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ بھی شامل تھے

جیسا کہ آپ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کے دوران امین تھے اسی طرح آپ ہمیشہ خلفاء کرام کے اعتماد پر پورے اترے، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آپ پر ہمیشہ بھرپور اعتماد کے باعث آپ کی شخصیت اور قائدانہ صلاحیتیں سب پر عیاں تھیں، اور سب لوگ ان سے آگاہ بھی تھے، مگر کسی موقعہ پر آپ نے اپنی ان صلاحیتوں کو اطاعت خلیفہ میں حائل نہیں ہونے دیا، بلکہ آپ کی یہ صفات خدمت اسلام میں ہمیشہ آپ کی ممد و معاون رہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایک عام سپاہی کے روپ میں ہوں یا ایک سپہ سالار اور عظیم المرتبت جرنیل کی سطح پر...... کامیابی نے ہمیشہ آپ کے قدم چومے۔

قیام خلافت کے لئے آپ کا بھرپور کردار

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کے مقام و مرتبہ کا اندازہ تاریخ اسلام کے اس اہم واقعہ سے بھی لگایا جا سکتا ہے جب ابھی خلافت کا انتخاب نہیں ہوا تھا، آنحضورؐ کی وفات ایک ایسا سانحہ تھا جس پر صحابہ ورطہ حیرت میں مبتلا تھے یہ وہ وقت تھا جب حضرت عمر ایسا اولوالعزم اور مضبوط اعصاب والا شخص اپنے اوپر قابو نہیں رکھ سکا تھا ان شدید حالات میں اور غم کی کیفیت میں آپ نے اپنے جذبات پر قابو رکھتے ہوئے امت اسلامیہ کے اتحاد کی بنیاد ڈالی۔

بیان کیا جاتا ہے کہ جب آنحضورؐ کی وفات ہوئی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں پہنچے اور صحابہ خلافت کے لئے اکٹھے ہوئے اور کوئی حل نہیں نکل رہا تھا، تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو بلایا اور کہا کہ آئیں ہم آپ کی بیعت کر لیتے ہیں کیونکہ میں نے آنحضورؐ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور میری امت کے امین آپ ہیں۔ اس پر حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے جواب دیا، میں خود کو اس شخص پر کیونکر ترجیح دے سکتا ہوں جسے آنحضورؐ نے ہماری امامت کا ارشاد فرمایا ہو۔ حالانکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ اعلان فرما چکے تھے کہ میں ان دو یعنی حضرت عمر اور حضرت عبیدہ بن الجراح میں سے کسی ایک کو بطور خلیفہ تسلیم کرنے کو تیار ہوں مگر آپ کے اس ایک جملہ نے خلافت کے قیام میں جو رکاوٹیں نظر آ رہی تھیں ان کو دور کر دیا۔ اور مخالفین اسلام کی جھوٹی خوشی پامال ہوگئی۔ آپ کے اس ایک جملہ میں ان تمام سوالات اور اندیشوں کا جواب تھا جو اس اہم موقعہ پر سر اٹھا سکتے تھے۔ اس موقعہ پر آپ نے انصار مدینہ کے جذبات کو سمجھتے ہوئے انہیں اس دلپذیر انداز میں نصیحت فرمائی کہ قیام خلافت کی راہ بآسانی ہموار ہوگئی۔ آپ نے فرمایا: يا معشر الانصار، انكم اول من نصر و آزر، فلا تكونوا اول من بدل وغير...... یعنی اے گروہ قریش، تم وہ لوگ ہو جنہوں نے سب سے پہلے اسلام اور رسول خدا کی تائید و نصرت اور مدد کا بیڑا اٹھایا تھا، سو تمہیں وہ نہ بن جانا جو سب سے پہلے بدل گئے۔

> ### دعا کی طاقت
>
> سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے فرمایا:۔
>
> ''مظفر و منصور ہونے کا گر بتایا کہ ثابت قدم رہو اللہ کے حضور بہت دعا کرو یہ وَاذکرو اللّٰہ کثیرا کے معنی ہیں۔''
>
> (حقائق الفرقان جلد دوم صفحہ نمبر 267)

خلفاء کرام سے آپ کا تعلق

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی جب شام کے علاقہ کی فتح کے لئے چار قائدین کا انتخاب فرمایا تو آپ ان میں سے ایک تھے۔ جبکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو شام ارسال کی گئی افواج پر سپہ سالار مقرر فرمایا۔

حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے: "لم اكن مغيرًا امرًا قضاه ابو عبيدة" یعنی میں کبھی بھی اس فیصلہ کو بدلنے کا نہیں جو ابوعبیدہ بن الجراح نے کیا ہو۔

معرکہ یرموک

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منصب خلافت پر متمکن ہونے کے بعد جو سب سے پہلا خط کسی کو ارسال فرمایا وہ آپ ہی تھے جب آپ کو اس فوج کی کمان دی گئی جس کی قیادت اس وقت حضرت خالد بن ولید کر رہے تھے۔ اس میں لکھا تھا: ''میں تمہیں اس خدائے پاک کے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں جو لافانی ہے جبکہ اس سے ماسویٰ سب فانی ہے، جس نے ہمیں ضلالت سے ہدایت عطا فرمائی، اندھیروں سے نور کی طرف نکالا، میں تمہیں خالد بن ولید کے لشکر کی کمانڈ سونپتا ہوں، سو تم ان کے معاملات کی نگرانی کرو کہ یہ تم پر واجب ہے......''

اس موقعہ پر جب کہ فوج کی ہائی کمانڈ عین جنگ کے دوران یکدم تبدیل کر دی گئی تو دونوں جانب سے غیر معمولی زیرکی کا مشاہدہ دیکھنے میں آیا، اور آنحضورؐ کے ان جانثار صحابہ نے وہ نمونہ قائم فرمایا جو رہتی دنیا تک مینارہ نور بن کے لوگوں کی ہدایت کا سامان کرتا رہے گا۔ اس موقعہ پر حضرت خالد بن ولید اپنے لشکر سے یوں مخاطب ہوئے'' تمہاری طرف اس امت کے امین کو بھیجا گیا ہے'' اور حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے حضرت خالد کے بارہ میں اسی وقت فرمایا:'' خالد خدا تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہیں، اور یہ اپنے خاندان کا کیا ہی بہترین جوان ہیں''۔

یہ معرکہ یرموک کی بات ہے، جب حضرت عمر رضی اللہ نے حضرت خالد کی

جگہ آپ کو سپہ سالار مقرر فرمایا تو آپ نے اس معاملہ کو اس وقت تک حضرت خالد بن ولید سے خفیہ رکھا جب تک کہ حضرت خالد نے اس جنگ میں فتح حاصل نہیں کر لی، فتح ہوگئی تو اس بات کی خبر انہیں کی، اس پر حضرت خالد نے کہا کہ اللہ آپ پر رحم فرمائے، جب آپ کو خط مل گیا تھا تو کس بات نے آپ کو مجھے اس بات کے بتانے سے منع کیا؟! آپ نے فرمایا کہ میں نے پسند نہیں کیا کہ میں آپ کی جنگ کی فتح میں حائل ہوں، کیونکہ ہم دنیا کی سلطنت کے خواہاں نہیں ہیں، نہ ہی ہم دنیا کے لئے کام کرتے ہیں، ہم سب تو خدا کی خاطر بھائی بھائی ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب فوت ہونے لگے تو فرمایا کہ آج اگر ابوعبیدہ بن الجراح زندہ ہوتے تو میں انہیں اپنے بعد خلیفہ بنا دیتا اور اگر اللہ تعالیٰ مجھ سے پوچھتا تو میں کہہ دیتا کہ میں اللہ اور رسول کے امین کو اپنے بعد خلیفہ بنایا ہے۔ اور فرمایا کہ اگر میں کوئی تمنا کروں تو صرف ابوعبیدہ بن الجراح کے سے لوگوں سے بھرے گھر کی تمنا کروں گا۔

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح نے ایک مرتبہ جبکہ وہ شام کے امیر تھے وہاں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: اے لوگو میں قبیلہ قریش کا ایک مسلمان ہوں، تم میں سے خواہ کوئی سرخ ہو یا سیاہ اگر وہ تقویٰ میں اگر مجھ پر فضیلت رکھتا ہے تو میری یہ خواہش ہے کہ میں اس کے حلیہ میں ہوتا۔

آپ کی سادگی

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شام کے دورہ پر تشریف لائے، اپنا استقبال کرنے والوں سے پوچھا کہ میرا بھائی کہاں ہے؟ انہوں پوچھا وہ کون؟ فرمایا: ابوعبیدہ بن الجراح۔ چنانچہ وہ امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور امیر المومنین سے معانقہ کرتے ہیں۔ پھر انہیں اپنے گھر میں لے جاتے ہیں، حضرت عمر دیکھتے ہیں کہ گھر میں سوائے ان کی تلوار ڈھال اور سواری کے اور کچھ بھی نہیں ہے، حضرت عمر مسکراتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ نے بھی ویسا ہی سازوسامان بنوالیا ہوتا جیسا لوگ بنواتے ہیں؟ آپ نے جواباً فرمایا: یہ سب مجھے میرے آرام کی جگہ تک پہنچانے کے لئے کافی ہے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کلنا غیر تہ ا لدنیا غیر ک یا ابا عبیدۃ. یعنی اے ابوعبیدہ، ہم سب کو دنیا نے بدل دیا سوائے آپ کے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ کسی شخص کے ہاتھ 4400 دینار آپ کو بھجوائے، اور اس شخص سے ارشاد فرمایا کہ دیکھنا کہ وہ اس رقم سے کیا کرتے ہیں؟ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح نے اس رقم کو وصول کرتے ہی اسے مستحقین میں تقسیم فرما دیا۔ جب وہ شخص واپس حضرت عمرؓ کے ہاں آیا اور سب ماجرا سنایا تو آپؓ نے فرمایا:

"الحمد للہ الّذی جعل فی الاسلام من یصنع ھذا."

کہ شکر للہ کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام میں اس طرح کے اعمال بجالانے والے نیک لوگ بھی پیدا فرمائے ہیں۔

آپ سے صحابہ میں سے ابوثعلبۃ جرثوم الخشنی، وسمرۃ بن جندب، وصدی بن عجلان، اور تابعین میں سے عبدالرحمٰن بن غنم، عبداللہ بن سراقۃ، عبدالملک بن عمیر اور عیاض بن غطیف نے احادیث روایت کی ہیں۔

دعا کی طاقت

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ایک موقع پر فرمایا:۔

''جبکہ خدا نے اپنی مصلحتوں کے ماتحت ہمارے ہاتھوں اور ہمارے پاؤں اور ہماری زبانوں کو بند کیا ہوا ہے جب ایک طرف وہ یہ کہتا ہے کہ جاؤ اور حکومتِ وقت کی اطاعت کرو اور دوسری طرف یہ حکم دیتا ہے کہ گالیاں سنو اور چپ رہو تو ان حالات میں ہمارے لئے سوائے اس کے اور کیا صورت رہ جاتی ہے کہ ہم اپنے خدا تعالیٰ کے حضور دعا کریں اور اس سے کہیں کہ ہمارے ہاتھوں کو روکنے والے اور ہماری زبانوں کو بند کرنے والے خدا! تو آپ ہماری طرف سے اپنے ہاتھ اور اپنی زبان چلا۔ پھر کون کہہ سکتا ہے کہ اس کے ہاتھوں سے زیادہ طاقتور ہاتھ بھی دنیا میں کوئی ہے اور اس کی زبان سے بھی زیادہ مؤثر کوئی زبان ہو سکتی ہے۔''

(روزنامہ الفضل 24 اپریل 1937ء)

طاعون عمواس

عمواس کے علاقہ میں طاعون پھوٹی، اس وقت اسلامی فوج وہاں تھی جس کی قیادت حضرت ابوعبیدہ بن الجراح فرما رہے تھے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے بارہ میں خدشہ پیدا ہوا۔ انہوں آپ کو لکھا کہ اگر میرا یہ خط شام کو ملے تو صبح سے قبل میرے پاس چلے آؤ اور اگر صبح کو ملے تو شام سے قبل چلے آؤ، مجھے آپ سے ایک ضروری کام ہے۔ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح معاملہ فہم تھے فوراً اس کی تہہ تک پہنچ گئے کہ آپ مجھے طاعون سے بچانا چاہتے ہیں، اس لئے بڑے باادب انداز میں معذرت لکھ بھیجی کہ مجھے حضور کا خط ملا ہے اور اس سے میں آپ کا قصد جان گیا ہوں، میں چونکہ اس وقت مسلمانوں کی فوج میں ہوں میں ان کو اس مصیبت کے وقت چھوڑ نہیں سکتا، سوازراہ کرم مجھے اس حاضری سے اجازت مرحمت فرمادیجئے۔ جب حضرت عمر کو آپ کا خط ملا تو وہ رو دئے لوگوں نے پوچھا کہ کیا حضرت ابوعبیدہ کی وفات کی خبر آئی ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ اگر نہیں بھی آئی تو آجائے گی کہ اس بیماری سے نجات کی کوئی راہ نہیں۔ مسلمان فوج کی تعداد وہاں 36000 تھی جن میں سے صرف 6000 زندہ بچے تھے۔ باقی سب اس طاعون کی نذر ہو گئے۔

آپ اردن کے ایک چھوٹے سے گاؤں غور میں دفن ہوئے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر 58 برس تھی۔ آپ کی نماز جنازہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔

مکرم عبداللہ امانت صاحب (لالہ جی)

(مجید احمد سیالکوٹی. مربی سلسلہ)

اسلام آباد (ٹلفورڈ۔ یوکے) میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے مزار مبارک پر دعا کے لئے آنے والوں میں سے اکثر نے کسی بینچ پر یا کیبن میں ڈیوٹی پر بیٹھے ایک سادہ مزاج، مسکین طبع، عمر رسیدہ اور دعا گو شخص کو دیکھا ہوگا جسے سب لالہ جی کہتے تھے۔ یہ خاکسار کے بڑے بھائی مکرم عبداللہ امانت صاحب تھے جو 19 دسمبر 2011ء کی صبح Frimley Park ہسپتال میں 81 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ انّاللّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُون۔ آپ قریباً اڑہائی ماہ سے دل کے عارضہ میں مبتلا تھے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہ شفقت مرحوم کی نماز جنازہ مسجد فضل لندن میں پڑھائی۔ اور بعدازاں بروک ووڈ احمدیہ قبرستان ووکنگ میں تدفین عمل میں آئی۔

لالہ جی کو مزار مبارک پر قریباً پونے نو سال تک خدمت کی توفیق ملی اور حضور انور ایدہ اللہ کے ذاتی وظیفہ سے فیضیاب ہوتے رہے۔ اس خدمت کا آغاز اُس وقت ہوا جب آپ حضور انور ایدہ اللہ کی خدمت میں ملاقات کے لئے حاضر ہوئے۔ حضور انور نے دریافت فرمایا کہ کیا کرتے ہو؟ عرض کیا کہ اَن پڑھ ہوں اور فارغ ہوں۔ حضور انور نے فرمایا کہ فارغ تو نہیں رہنا چاہئے، اسلام آباد میں حضورؒ کے مزار پر ڈیوٹی کے لئے چلے جاؤ۔

چنانچہ آپ اسلام آباد آ کر ایک کمرہ میں رہائش پذیر ہوئے اور مزار مبارک پر اپنی ڈیوٹی شروع کردی۔ مزار مبارک پر اپنی ڈیوٹی کی ادائیگی کے علاوہ نماز باجماعت میں حاضری آپ کی روح کی غذا تھی۔

لالہ جی کو خلافت سے بہت عقیدت اور لگاؤ تھا کیونکہ آپ نے اپنی ذات میں خلفاء کی دعاؤں کی تاثیر اور قبولیت کے نشانات مشاہدہ کئے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی دوا اور دعا سے آپ کی اولاد بچنا شروع ہوئی تھی۔ تین چار بچوں کے فوت ہوجانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے دو بیٹے اور ایک بیٹی عطا کی جو خدا کے فضل سے حیات ہیں اور صاحبِ اولاد ہیں۔

1985ء میں لالہ جی کے والد محترم چودھری محمد عبداللہ صاحب کی وفات ہوئی تو زمین کی تقسیم کے لئے غیر احمدی رشتہ دار بھی آ گئے اور عملاً زمین پر قبضہ کرکے کہا کہ تم تو مرزائی ہو۔ ان حالات میں آپ مقروض ہوگئے اور باامر مجبوری آپ کو باہر آنا پڑا۔ لندن میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی خدمت میں حالات عرض کئے تو حضورؒ نے تسلی دی اور دعا کی۔ چنانچہ آپ کو کہیں جائے بغیر، انٹرویو دیئے بغیر اور کسی وکیل کی مدد کے بغیر گھر بیٹھے ہوم آفس کا خط مل گیا جس میں چار سال کے ویزے کی نوید تھی۔ پھر چند ہی مہینوں میں سارے قرضے بھی اتر گئے۔ بچے بھی باہر آ گئے۔ پھر آپ نے اپنے باقی بہن بھائیوں کی بھی مدد کی توفیق پائی۔

لالہ جی بہت محنتی تھے۔ پاکستان میں اپنی زمینوں پر خود زمیندارہ کرتے رہے۔ دس سال تک پاکستان ریلوے میں ملازمت بھی کی۔ ہر جگہ شرافت، دیانت اور امانت کا ثبوت دیا۔ کبھی کسی کو برا بھلا نہیں کہا۔ اسی لئے آپ کی وفات پر بیسیوں غیر احمدی بھی تعزیت کے لئے آپ کے گھر آئے۔

1953ء میں احمدیوں کے خلاف جب تحریک چلی تو فسادیوں نے آپ کے گھر پر بھی حملہ کا ارادہ کیا۔ اُن سخت حالات میں آپ نے دوسرے گھر والوں کے ساتھ مل کر نہایت بہادری سے مخالفت کا مقابلہ کیا۔ جلد ہی اللہ تعالیٰ نے ایسا فضل فرمایا کہ دشمن کے آپ پر حملہ سے قبل ہی دشمن میں ایسی پھوٹ پڑ گئی کہ وہ آپس میں ہی دست و گریبان ہوگئے اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے احمدیوں کو اُن کے شر سے معجزانہ طور پر بچالیا۔

لالہ جی کو بزرگوں سے بھی بہت عقیدت تھی۔ آپ کے والد محترم اپنے علاقہ کے کئی صحابہ کو اپنے گھر پر مدعو کرتے اور ٹھہراتے تو اُن بزرگوں کی خدمت کی سعادت اکثر لالہ جی کو ہی ملتی۔ اسی طرح بعض بزرگوں کے گھروں میں دیہات کی سوغات گڑ وغیرہ بھی دینے خود لالہ جی جایا کرتے اور ان بزرگوں کے پاس بیٹھ کر اُن کی صحبت سے فیض بھی حاصل کرتے۔

اللہ تعالیٰ اُن کی درجات بلند فرماتا چلا جائے۔ اور اُن کی اولاد کو اُن کی نیکیاں زندہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ریفریشر کورس

24 مئی 2012ء کو ساؤتھ ریجن کا ریفریشر کورس مسجد بیت السبحان کرائیڈن میں منعقد کیا گیا۔ جس میں مکرم چودھری وسیم احمد صاحب صدر مجلس انصاراللہ یوکے، مکرم رفیق جاوید صاحب نائب صدر انصاراللہ اور مکرم عبدالمنان اظہر صاحب قائد مال نے تشریف لاکر عہدیداران کو اُن کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی اور مختلف امور پر سوالات کے جواب دیئے۔ درج ذیل مجالس کے زعماء نے اپنی مجالس کے مختلف شعبہ جات کی کارکردگی اعداد و شمار کی روشنی میں بیان کی:

مکرم مرزا تنویر احمد صاحب زعیم ناربری، مکرم شیخ آفتاب احمد صاحب زعیم تھارنٹن ہیتھ، مکرم فخرالدین صاحب زعیم بکسلے اینڈ گرینچ، مکرم ناصر احمد صاحب زعیم شرلی، مکرم امان اللہ خان صاحب نمائندہ زعیم پرلی اور مکرم طاہر محمود صاحب نائب زعیم ویسٹ کرائیڈن۔

یہ ریفریشر کورس قریباً دو گھنٹے جاری رہنے کے بعد نمازوں کی باجماعت ادائیگی کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔ اس میٹنگ میں ریجنل عاملہ سمیت کل 35 ممبران نے شرکت کی۔

(رپورٹ: عبدالمجید ظفر. ریجنل نائب ناظم اشاعت)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے وعظ ونصائح کا سامعین پر حیرت انگیز اثر

(محمود احمد انیس. مربی سلسلہ)

روحانی ترقی کے لئے صحبتِ صالحین کی بڑی اہمیت ہے۔ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کُوْنُوامَعَ الصَّادِقِیْنَ۔ یعنی صادقوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بارہا اپنے صحابہ کو قادیان آنے کی ترغیب دلائی۔ آپ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے .... کُوْنُوامَعَ الصَّادِقِیْنَ کا حکم دے کر زندوں کی صحبت میں رہنے کا حکم دیا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم اپنے دوستوں کو بار بار یہاں آنے اور رہنے کی تاکید کرتے ہیں اور ہم جو کسی دوست کو یہاں رہنے کے واسطے کہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ محض اس کی حالت پر رحم کر کے ہمدردی اور خیر خواہی سے کہتے ہیں۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ایمان درست نہیں ہوتا جب تک انسان صاحبِ ایمان کی صحبت میں نہ رہے۔''

(تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ زیر آیت کُوْنُوامَعَ الصَّادِقِیْنَ۔ سورۃ التوبہ:119)

چنانچہ قادیان کے صحابہ تو حضور علیہ السلام کے پاس ہی رہتے تھے جو قادیان سے باہر رہتے تھے وہ بھی کثرت سے قادیان جاتے اور حضور علیہ السلام کی مجالس سے مستفیض ہوتے تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک اور جگہ پر نیک مجالس کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''صادقوں اور راستبازوں کے پاس رہنے والا بھی ان میں ہی شریک ہوتا ہے۔ اس لئے کس قدر ضرورت ہے اس امر کی کہ انسان کُوْنُوامَعَ الصَّادِقِیْنَ کے پاک ارشاد پر عمل کرے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ملائکہ کو دنیا میں بھیجتا ہے۔ وہ پاک لوگوں کی مجلس میں آتے ہیں۔ اور جب واپس جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے کہ تم نے کیا دیکھا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے ایک مجلس دیکھی ہے جس میں تیرا ذکر کر رہے تھے مگر ایک شخص ان میں سے نہیں تھا۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نہیں وہ بھی ان میں ہی سے ہے۔ کیونکہ اِنَّھُمْ قَوْمٌ لَا یَشْقٰی جَلِیْسُھُمْ. اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ صادقوں کی صحبت سے کس قدر فائدے ہیں۔ سخت بدنصیب ہے وہ شخص جو صحبت سے دور ہے۔''

(تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ زیر آیت کُوْنُوامَعَ الصَّادِقِیْنَ۔ سورۃ التوبہ:119)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجالس میں دونوں قسم کے لوگ ہوتے تھے۔ محبت وعقیدت اور شوق سے آنے والے بھی ہوتے تھے اور مخالفین اور راہ چلتے لوگ بھی آجایا کرتے تھے۔ مجلس میں شامل ہر شخص کو فیض ملتا تھا۔ کیونکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ جب انبیاء کو دنیا کی اصلاح کے لئے مبعوث فرماتا ہے تو ان کو پُرحکمت باتیں سکھاتا ہے۔ ان کے اقوال کو برکت عطا فرماتا ہے اور وعظ و نصائح کو ایسی غیر معمولی تاثیر عطا فرماتا ہے جس سے سننے والوں کے وجود پر ایک انقلاب برپا ہو جاتا ہے۔ زیرِ نظر مضمون میں چند ایسے واقعات اکٹھے کئے گئے ہیں جو ایسے لوگوں کے ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیروکار نہ تھے لیکن آپ کے پُرتاثیر وعظ کا ان پر بھی غیر معمولی اثر ہوا۔

مندرجہ ذیل واقعات ملاحظہ فرمائیے:

❁ حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

لدھیانہ کا واقعہ ہے کہ ایک مولوی صاحب بازار میں کھڑے ہو کر بڑے جوش سے وعظ کر رہے تھے کہ مرزا (مسیح موعود علیہ السلام) کافر ہے۔ اور اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچ رہا ہے۔ پس جو کوئی اس کو قتل کر ڈالے گا وہ بہت بڑا ثواب حاصل کرے گا۔ اور سیدھا بہشت کو جائے گا۔ بہت جوش کے ساتھ اس نے اس وعظ کو بار بار دہرایا۔ ایک گنوار ایک لٹھ ہاتھ میں لئے ہوئے کھڑا تقریر سن رہا تھا۔ اس گنوار پر مولوی صاحب کے اس وعظ کا بہت اثر ہوا۔ اور وہ چپکے سے وہاں سے چل کر حضرت صاحب کے مکان کا پوچھتا ہوا وہاں پہنچ گیا۔ وہاں کوئی دربان نہ ہوتا تھا۔ ہر ایک شخص جس کا جی چاہتا چلا آتا۔ کسی قسم کی کوئی رکاوٹ اور بندش نہ تھی۔ اتفاق سے اس وقت حضرت صاحب دیوان خانہ میں بیٹھے کچھ تقریر کر رہے تھے۔ اور چند آدمی جن میں کچھ مریدین تھے اور کچھ غیر مریدین اردگرد بیٹھے ہوئے حضورؑ کی باتیں سن رہے تھے۔ وہ گنوار بھی اپنا لٹھ کاندھے پر رکھے ہوئے کمرہ کے اندر داخل ہوا۔ اور دیوار کے ساتھ کھڑا ہو کر اپنے عمل کا موقعہ تاڑنے لگا۔ حضرت صاحب نے اس کی طرف کچھ توجہ نہیں کی۔ اور اپنی تقریر کو جاری رکھا۔ وہ بھی سننے لگا۔ چند منٹ کے بعد اس تقریر کا کچھ اثر اس کے دل پر ہوا۔ اور وہ لٹھ اس کے کندھے سے اتر کر اس کے ہاتھ میں زمین پر آ گیا۔ اور مزید تقریر کو سننے کے لئے وہ بیٹھ گیا۔ اور سنتا رہا۔ یہاں تک کہ حضرت صاحب نے اس سلسلہ گفتگو کو جو جاری تھا بند کیا۔ اور مجلس میں سے کسی شخص نے عرض کیا کہ حضور مجھے آپ کے دعویٰ کی سمجھ آ گئی ہے اور میں حضور کو سچا سمجھتا ہوں۔ اور آپ کے مریدین میں داخل ہونا چاہتا ہوں۔ اس پر وہ گنوار آگے بڑھ کر بولا کہ میں ایک مولوی صاحب کے وعظ سے اثر پا کر اس ارادہ سے یہاں اس وقت آیا تھا کہ اس لٹھ کے ساتھ آپ کو قتل کر ڈالوں اور جیسا کہ مولوی صاحب نے وعدہ فرمایا ہے سیدھا بہشت کو پہنچ جاؤں۔ مگر آپ کی تقریر کے فقرات مجھ کو پسند آئے اور میں زیادہ سننے کے واسطے ٹھہر گیا۔ اور آپ کی ان تمام باتوں کو سننے کے بعد مجھے یقین ہو گیا ہے کہ مولوی صاحب کا وعظ بالکل بے جا دشمنی سے بھرا ہوا تھا۔ آپ بے شک سچے ہیں اور آپ کی باتیں سب سچی ہیں۔ میں بھی آپ کے مریدوں میں شامل ہونا چاہتا ہوں۔ حضرت اقدس نے اس کی بیعت کو قبول فرمایا۔ اس وقت بیعت ایک علیحدہ کمرے میں ہر ایک کی الگ الگ ہوتی تھی۔

(ذکرِ حبیب از حضرت مفتی محمد صاحب۔ صفحہ 17 تا 18)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں

صاف دل کو کثرتِ اعجاز کی حاجت نہیں
اک نشاں کافی ہے گر دل میں ہو خوفِ کردگار

❁ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:
''بیان کیا مجھ سے میاں عبداللہ صاحب سنوری نے کہ ایک دفعہ ایک شخص آیا اور اس نے حضرت صاحب سے دریافت کیا کہ کیا آپ واقعی مسیح اور مہدی ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں میں مسیح اور مہدی ہوں اور آپ نے ایسے انداز سے جواب دیا کہ وہ شخص پھڑک اٹھا اور اسی وقت بیعت میں داخل ہو گیا اور میرے دل پر بھی حضرت صاحب کے جواب کا بہت اثر ہوا۔''

(سیرت المہدی حصہ اول، روایت نمبر 170)

❁ حضرت میاں فیاض علی صاحب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ
کپورتھلہ میں ایک شخص شرابی، فاسق و فاجر تھا۔ ایک رات وہ کسی جگہ سے شب باش ہو کر آیا۔ راستہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک مکان میں وعظ فرما رہے تھے۔ یہ شخص بھی وعظ کا سن کر وہاں آیا۔ وعظ میں حضور علیہ السلام افعال شنیعہ کی برائی بیان فرما رہے تھے۔ اس شخص نے مجھ سے کہا۔ حضرت صاحب کے وعظ کا میرے دل پر گہرا اثر ہوا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا آپ لوگوں کو مخاطب کر کے مجھے سمجھا رہے ہیں۔ اس دن اس نے توبہ کی۔ شراب وغیرہ چھوڑ دی اور پابند صوم و صلوٰۃ ہو گیا۔ (سیرت المہدی حصہ دوم۔ روایت نمبر 985)

❁ ایسا ہی ایک واقعہ حیاتِ قدسی میں بھی درج ہے۔ حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ

حضرت منشی احمد دین صاحب رضی اللہ عنہ گوجرانوالہ (پنجاب) میں اپیل نویس تھے۔ آپ 1905ء میں ایک دفعہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کے لئے قادیان حاضر ہوئے۔ حضرت اقدس ان دنوں باغ میں قیام فرماتے تھے۔ اور حضور کا یہ حقیر غلام بھی وہیں باغ میں حضور کے قدموں میں حاضر تھا اور حضرت مولانا حکیم مولوی نورالدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے طب کی بعض کتب بھی پڑھا کرتا تھا۔ منشی صاحب اپنے ساتھ اپنے ایک غیر احمدی وکیل دوست کو بھی گوجرانوالہ سے لائے۔ ان کے یہ دوست شراب نوشی کی عادت کا بری طرح شکار تھے۔ اور اس کثرت سے شراب پیتے تھے کہ ان کا کسی وقت کا کھانا بھی بغیر میخواری کے نہ ہوتا تھا۔ منشی صاحب نے ایک لمبے عرصہ تک اپنے اس دوست کی عادت بد چھڑانے کی کوشش کی۔ لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ وکیل صاحب ان کو یہی کہتے کہ اتنے لمبے عرصہ سے یہ عادت میرے اندر راسخ ہو چکی ہے کہ اب اس کا ترک کرنا میری ہمت اور طاقت سے باہر ہے۔ منشی صاحب اس خیال سے کہ قادیان میں حضرت اقدس علیہ السلام اور دوسرے بزرگوں کی دعا اور برکت سے شاید وہ اس عادت بد کو چھوڑ سکیں ان کو قادیان لائے تھے۔

ان دنوں باغ میں حضرت مولانا حکیم مولوی نورالدین صاحب قرآن کریم کا درس بھی فرماتے تھے چنانچہ جب حضرت مولوی صاحب کو بعد نماز عصر درس دینے لگے تو منشی صاحب نے عرض کیا کہ میں اپنے ساتھ ایک غیر احمدی دوست کو بھی لایا ہوں۔ ان کو مے نوشی کی پرانی عادت ہے آپ درس میں بادہ نوشی کی مضرتوں اور نقصانات پر بھی مفصل روشنی ڈالیں۔ ہوسکتا ہے کہ یہ دوست آپ کے وعظ و نصیحت اور توجہ سے اس عادت کو ترک کرنے میں کامیاب ہوسکیں۔ اتفاق سے درس بھی آیت یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ...... الخ والے رکوع سے شروع ہونا تھا۔ چنانچہ حضرت حکیم الامت نے شرب کی مضرتوں اور نقصانات کو پوری شرح و بسط سے بیان فرمایا اور روحانی، اخلاقی، اقتصادی، تمدنی اور طبی اعتبارات سے اس مسئلہ پر بہت عمدگی سے روشنی ڈالی۔ حضرت کا درس بہت ہی پُر تاثیر اور فائدہ بخش تھا۔

جب درس ختم ہوا تو منشی صاحب نے اپنے وکیل دوست سے جو حلقہ درس میں بیٹھا ہوا تھا۔ دریافت کیا کہ کیا آپ کو بھی اس درس سے کوئی فائدہ پہنچا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ شراب کی مذمت میں جو کچھ میں نے آج حضرت علامہ کی زبان سے سنا ہے واقعی اس سے قبل میرے سننے میں نہیں آیا اور مجھ پر یہ واضح ہو گیا ہے کہ شراب خوری بہت نقصان رساں اور مضر ہے لیکن جب میں نے اپنے نفس سے اس بارہ میں پوچھا تو اس کو اس پرانی عادت کے ترک کرنے کے لئے آمادہ نہیں پایا:

چھٹتی نہیں ہے منہ سے یہ کافر لگی ہوئی

منشی صاحبؓ اپنے دوست کے اس انکار کو سن کر بہت ہی رنجیدہ خاطر ہوئے۔ اس کے بعد جب وہ گوجرانوالہ واپس جانے لگے تو انہوں نے اپنے وکیل دوست سے کہا کہ چلئے! جاتے ہوئے حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب سے اجازت حاصل کرلیں اور زیارت بھی کرتے جائیں۔ حضور اقدس علیہ السلام ایک خیمہ میں فروکش تھے۔ خادمہ کے ذریعہ سے اپنے حاضر ہونے کی حضور کو اطلاع بھجوائی۔ حضور اقدس علیہ السلام نے اطلاع ملنے پر اندر بلا لیا اور اپنے قریب پلنگ پر بٹھا لیا۔ یہ خدا تعالیٰ کے عجیب اسرار میں سے ہے کہ بغیر منشی صاحب رضی اللہ عنہ کے کچھ عرض کرنے کے اور اپنے دوست کا حال بیان کرنے کے حضور اقدس نے قوت ارادی اور قوت ضبط کی ایک حکایت بیان کرنی شروع کردی۔ اور فرمایا کہ انسان کے اندر بہت سی کمزوریاں پائی جاتی ہیں جن کی وجہ سے مختلف عیوب اور

دعا کی طاقت

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں:

''گالیاں سن کے دعا دو۔ زبان سے جو اذیت پہنچائی جائے (تو) زبان سے اذیت نہیں پہنچانی (لیکن) خاموش نہیں رہنا اور دل میں غصہ نہیں رکھنا بلکہ تمہارے دل میں ہمدردی اور پیار اَور جوش مارے اور تم دعاؤں میں لگ جاؤ۔ جتنی شدّت لسانی ایذا کی ہو اس سے زیادہ شدّت دعاؤں میں پیدا ہو...... دعائیں کرتے رہیں، کرتے رہیں، کرتے رہیں۔ حسن سلوک کرتے رہیں، کرتے رہیں، کرتے رہیں۔''

(الفضل 19 فروری 2004ء)

گناہوں میں مبتلا اور ملوث ہوجاتا ہے۔ لیکن چونکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے انسان کو ضمیر پاک دیا گیا ہے۔ اور اس کو قوتِ ارادی اور قوتِ ضبط بھی عطا کی گئی ہے اس لئے اگر انسان اس سے کام لے تو وہ ان عیوب اور گناہوں سے نجات حاصل کرسکتا ہے۔

چنانچہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بطور مثال ایک حکایت بیان فرمائی کہ ایک بادشاہ کو مٹی کھانے کی عادت پڑ گئی اور مٹی سے اس قدر مانوس ہوگیا کہ ہر وقت اس کی تعریف و توصیف کرنے لگا۔ دربار کے امراء و وزراء نے بھی جب بادشاہ کی طبیعت کا رجحان دیکھا تو بوجہ بادشاہ کے ملازم ہونے کے مٹی کی تعریف کرنے لگ پڑے۔ بادشاہ نے کہا کہ بعض لوگ مٹی کھانے کو مضر خیال کرتے ہیں لیکن ہمیں تو اس میں کچھ برائی یا مضرت معلوم نہیں ہوتی۔ اس پر وزراء اور دوسرے درباریوں نے عرض کیا کہ بادشاہ سلامت! لوگ یونہی اس کے نقصانات بتاتے ہیں۔ ان کو کیا معلوم ہے کہ مٹی میں کیا کیا خزانے اور عجائبات پائے جاتے ہیں۔ آخر سب انسانوں کی غذائیں اور باغ و بستان مٹی سے ہی بنتے ہیں اور انسان جو اشرف المخلوقات ہے وہ بھی مٹی سے ہی پیدا کیا گیا ہے۔ پھر مٹی نقصان دہ کیسے ہوسکتی ہے۔ بادشاہ درباریوں کی مٹی کے متعلق ایسی تعریفوں کو سن کر مٹی کھانے کی عادت میں اور بھی پختہ ہوگیا۔ جب مٹی کے استعمال پر بادشاہ کو ایک عرصہ گزر گیا تو اس کے بدنتائج ظاہر ہونے شروع ہوئے۔ جگر خون پیدا کرنے سے رک گیا۔ معدہ کی قوتِ ہضم میں فرق آ گیا۔ چہرہ پر بے رونقی اور مسوڑھوں اور زبان پر کمی خون کے اثرات ظاہر ہوگئے۔ چلنے کے وقت سانس پھولنا شروع ہوگیا۔ ان علامات کے نمایاں ہونے پر بادشاہ نے پھر دربار میں ذکر کیا کہ میں نے مٹی کھانے کی عادت اختیار کی تھی لیکن میں نے مٹی کو کیا کھایا مٹی نے مجھے کھالیا ہے۔ اور جو جو عوارض اور نقصانات اس کو ہوئے تھے وہ بیان کئے۔ اس پر درباریوں نے جو دراصل ''راجہ کے غلام تھے نہ بینگن کے'' مٹی کی مذمت شروع کردی اور اس میں ہر طرح مبالغہ آمیزی سے کام لیا۔ کسی نے کہا مٹی جیسی مذموم چیز اور کیا ہوسکتی ہے جس پر ہر روز تمام مخلوقات کا بول و براز پڑتا ہے۔ کسی نے کہا کہ سب لوگوں کے جوتے جس پر ہر روز پڑیں وہ چیز بھی کچھ قابل تعریف ہوسکتی ہے۔ علیٰ ھذا القیاس جس درباری کے خیال میں جو بھی مذمت کا خیال آیا اس نے کہہ ڈالا۔

بادشاہ نے کہا اب ماضی کو رہنے دو اور میری صحت کی بحالی کے لئے کوئی تجویز و انتظام کرو۔ چنانچہ ملک کے طول و عرض سے چیدہ چیدہ اطباء اور معالج درجنوں کی تعداد میں بادشاہ کے علاج کے لئے جمع کئے گئے اور علاج شروع ہوا۔ بادشاہ نے سب معالجوں کو کہا کہ شروع کرنے سے پہلے میری ایک شرط ہے کہ چونکہ مٹی کھانے کی عادت میرے اندر راسخ ہوچکی ہے اور اس کو میں چھوڑ نہیں سکتا۔ اس لئے ایسا علاج کیا جائے کہ بغیر کسی وعظ و نصیحت کے اور بغیر کسی پرہیز کرانے کے دوا اور غذا کے استعمال سے ہی مٹی کی عادت ترک ہوجائے اور مٹی سے نفرت پیدا ہوجائے۔ چنانچہ علاج شروع ہوا اور ایک عرصہ تک ہوتا رہا لیکن نہ ہی بادشاہ مٹی کھانے سے باز آیا اور نہ ہی کوئی دوا اور غذا اس عادت کو ترک کرانے کے لئے کارگر ہوسکی۔

ایک مدت کے بعد کوئی سیاح بادشاہ کے شہر میں آنکلا اور اتفاق سے بادشاہ کے اطباء اور معالجوں کی قیام گاہ پر آ گیا۔ جب اس نے بادشاہ کی جانکسل بیماری اور اتنا لمبا عرصہ تک ناکام علاج کے متعلق سنا تو بہت افسوس کیا اور کہا کہ علاج تو بہت آسان ہے۔ لیکن اطباء نے یوں ہی اتنا لمبا عرصہ لگا دیا ہے۔ اس سیاح کی یہ بات افواہاً عام شہر میں پھیل گئی۔ یہاں تک کہ بادشاہ اور اس کے درباریوں تک جا پہنچی۔

دوسرے دن جب بادشاہ دربار میں آیا تو اس نے اس کا ذکر اپنے وزراء و امراء کے سامنے کیا۔ سب نے کہا ہم نے بھی یہ بات سنی ہے۔ چنانچہ بادشاہ نے حکم دیا کہ اس سیاح کو طلب کیا جائے۔ جب وہ سیاح شاہی دربار میں حاضر ہوا تو بادشاہ نے اسے مخاطب کر کے کہا کہ ایسی ایسی بات سننے میں آئی ہے کیا یہ درست ہے۔ اس سیاح نے عرض کیا کہ ہاں درست ہے اور میں آپ کا کامیاب علاج بہت ہی قلیل عرصے میں کرسکتا ہوں۔ اس کے بعد اس نے کہا کہ کیا آپ اپنا علاج ابھی جلوت میں کرانا چاہتے ہیں یا خلوت و علیحدگی میں؟ یہ سن کر بادشاہ کچھ متأمل ہوا اور اس نے خیال کیا کہ سب کے سامنے علاج کی صورت میں ہوسکتا ہے کہ کوئی ایسی بات وقوع میں آئے جو باعث خفت ہو۔ اس لئے اس نے کہا کہ میں علاج خلوت و علیحدگی میں کراؤں گا۔ چنانچہ مناسب جگہ اور وقت پر جو علاج کے لئے تجویز ہوا وہ سیاح پہنچ گیا۔ اور بادشاہ سے عرض کیا کہ اس وقت علاج کے طور پر جو تجویز میں آپ کی خدمت میں پیش کروں گا اگر وہ آپ مان لیں گے تو یقیناً آپ کو بیماری سے فوراً شفا ہوجائے گی۔ بادشاہ نے کہا کہ آپ کہئے میں اس پر عمل کرنے کی کوشش کروں گا۔ سیاح نے کہا اترک الحکومۃ یعنی اپنی بادشاہت کو چھوڑ دو۔ بادشاہ اس تجویز سے حیران و متعجب ہوا اور اس کی وجہ دریافت کی۔ سیاح نے عرض کیا کہ بادشاہوں کو بادشاہوں سے مقابلے اور لڑائیاں بھی کرنا پڑتی ہیں۔ پس آپ خود ہی بتائیں کہ جب آپ اس حقیر اور ذلیل مٹی کا جو روزانہ پاؤں اور جوتوں کے نیچے روندی جاتی ہے مقابلہ نہیں کرسکتے اور اس سے مغلوب ہو رہے ہیں تو جب آپ کا مقابلہ کسی زبردست غنیم سے ہوگا تو اس کے مقابل پر آپ کس طرح کامیاب ہوسکیں گے؟ یہ یقینی امر ہے کہ آپ شکست کھا کر نہ صرف اپنی بادشاہت سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے بلکہ اپنی عزت و آبرو اور جان بھی گنوائیں گے۔ پس کیا یہ بہتر نہیں کہ آپ ابھی حکومت سے دستبردار ہوکر کسی زیادہ مناسب آدمی کو تخت پر بیٹھنے کا موقعہ دیں۔ ہاں اگر حکومت کرنے کا عزم و ارادہ ہے تو پھر این عزم الملوک - (بادشاہوں کا عزم آپ میں کہاں ہے؟) یہ الفاظ کہہ کر سیاح نے بادشاہ کے خفتہ عزم و استقلال کو بیدار کیا۔ چنانچہ بادشاہ نے نہایت جوش، استقلال اور جلال سے فرمایا واللّٰہ لا آکل الطین بعد ذلک ابدا. یعنی خدا کی قسم میں اب کبھی مٹی نہ کھاؤں گا اور اس نے مٹی کھانا ہمیشہ کے لئے ترک کردیا۔

اس کے بعد بادشاہ جب دربار میں آیا تو اس نے ذکر کیا کہ میں نے مٹی کھانی چھوڑ دی ہے۔ درباری اس فوری تبدیلی اور علاج سے بے حد متعجب ہوئے تو بادشاہ نے کہا کہ علاج تو دراصل ہمارے اپنے اندر ہی فطری طور پر موجود تھا۔ صرف صحیح طور پر تحریک کی ضرورت تھی جو سیاح صاحب نے کردی اور ہماری قوت ضبط اور قوت ارادی کو ابھار دیا۔

جب حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ حکایت بیان فرمائی تو وکیل صاحب پر حضور کی توجہ اور برکت سے اس حکایت کا ایسا اثر ہوا کہ وہ فوراً بول اٹھے

کہ حضور! آج سے میں بھی اپنے عزم اور پختہ ارادہ سے شراب نوشی سے توبہ کرتا ہوں۔ حضور میرے لئے دعائیں فرمائیں کہ خدا تعالیٰ مجھے اس توبہ پر استقامت اور استقلال بخشے۔ حضرت منشی صاحب رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا کہ حضرت علامہ مولانا نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ سے تو میں نے واضح طور پر اپنے دوست کی میخواری کا ذکر کر کے وعظ و نصیحت کی درخواست کی تھی لیکن حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس بارہ میں اشارۃً بھی کچھ ذکر نہ کیا تھا لیکن ہمارے حاضر ہوتے ہی حضور نے وہ بات بیان فرمائی جو ہزار نصائح اور مواعیظ حسنہ سے بھی حضور کی توجہ اور قوتِ قدسیہ سے بڑھ کر مؤثر ثابت ہوئی اور میرے دوست کو اس عادتِ بد سے توبہ کی توفیق مل گئی۔ فالحمد للہ علی ذلک۔

حضرت اقدس علیہ الصلوۃ والسلام وکیل صاحب کی توبہ سے بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ انسانی فطرت گناہوں کی زہر سے خواہ کتنی ہی آلودہ کیوں نہ ہو جائے اس کے اندر ہی خدا تعالیٰ نے اس زہر کا تریاق بھی رکھا ہوا ہے۔ جس طرح پانی آگ کی حرارت سے خواہ کتنا گرم ہو جائے اور جوش سے ابلنے لگے پھر بھی وہ شدید گرم پانی جب مشتعل آگ پر پڑتا ہے تو اس کو بجھا دیتا ہے کیونکہ پانی میں حرارت کا اثر پیدا ہو جانا اس کی فطرت کے خلاف ہے۔ یہی حال انسانی فطرت کا ہے کہ شیطان جو ناری ہے چاہتا ہے کہ انسان کو بھی گناہوں میں ملوث کر کے ناری بنا دے لیکن انسان کی قوت ارادی اور قوت ضبط اس کی فطرت کے اصل جوہر کو جو پاکیزہ ہے ابھارنے میں کامیاب ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد حضور اقدس علیہ السلام نے دعا فرمائی اور رخصت کی اجازت فرمائی۔

خیمہ سے باہر نکلتے ہی وکیل صاحب حضرت منشی صاحب رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے کہنے لگے کہ مسیحائی کا اثر اور دمِ عیسیٰ کا اعجاز تو ہم نے بچشمِ خود دیکھ لیا۔ ہمیں جس علاج کی ضرورت تھی وہ بغیر ہماری درخواست یا بتانے کے کامیاب طور پر کر دیا۔ اور ایک پرانے گنہگار اور عادی مجرم کو ایک آن کی آن میں تائب بنا دیا۔ سچ ہے:

یک زمانے صحبتے با اولیاء　　بہتر از صد سالہ طاعت بے ریاء

(حیات قدسی حصہ سوم۔ صفحہ 14 تا 18)

❁ حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ
جالندھر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک دفعہ خدا تعالیٰ کی وحدانیت پر تقریر فرما رہے تھے۔ اس وقت ایک انگریز جو بعد میں معلوم ہوا کہ سپرنٹنڈنٹ پولیس تھا، آ گیا اور ٹوپی اتار کر سلام کی اور حضور کی تقریر سننے کے لئے کھڑا رہا اور باوجودیکہ اس کے بیٹھنے کے لئے کرسی وغیرہ بھی منگوائی گئی مگر وہ نہ بیٹھا۔ عجیب بات تھی کہ وہ تقریر سنتا ہوا سبحان اللہ سبحان اللہ کہتا تھا۔ تھوڑا عرصہ تقریر سن کر سلام کر کے وہ چلا گیا۔ اس کے بعد تقریباً دوسرے تیسرے دن جب حضور سیر کو تشریف لے جاتے تو ایسا اتفاق ہوتا کہ وہ راستہ میں گھوڑے پر سوار مل جاتا اور گھوڑے کو ٹھہرا کر ٹوپی اتار کر سلام کرتا۔ یہ اس کا معمول تھا۔

(سیرت المہدی حصہ دوم۔ روایت نمبر 1062)

❁ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:
منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ کلکتہ کا ایک برہمن مجسٹریٹ خدا تعالیٰ کی ہستی کا قائل نہ تھا۔ وہ قادیان آیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کہ میں خدا کا قائل نہیں ہوں اور سنی سنائی باتوں پر یقین نہیں رکھتا۔ کیا آپ مجھے خدا دکھا دیں گے؟ آپ نے فرمایا کہ اگر کچھ عرصہ آپ ہمارے پاس ٹھہریں گے تو ہم آپ کو دکھا دیں گے اور یہ دریافت فرمایا کہ آپ کچھ عرصہ ٹھہر سکتے ہیں؟ اس نے کہا میں چھ ماہ کی رخصت پر ہوں۔ اور میں یہ سارا عرصہ ٹھہر سکتا ہوں۔ بشرطیکہ آپ مجھے خدا دکھا دیں۔ حضور نے فرمایا کہ آپ لندن گئے ہیں۔ اس نے کہا نہیں۔ فرمایا لندن کوئی شہر ہے۔ اس نے کہا ہاں ہے۔ سب جانتے ہیں۔ فرمایا آپ لاہور تشریف لے گئے ہیں۔ اس نے کہا میں لاہور بھی نہیں گیا۔ فرمایا۔ قادیان آپ کبھی پہلے بھی تشریف لائے تھے۔ اس نے کہا نہیں۔ فرمایا! آپ کو کس طرح معلوم ہے کہ قادیان کوئی جگہ ہے۔ اور وہاں پر کوئی ایسا شخص ہے جو تسلی کر سکتا ہے۔ اس نے کہا سنا تھا۔ آپ نے ہنس کر فرمایا کہ آپ کا تو سارا دارومدار سماعت پر ہی ہے اور اس پر پورا یقین رکھتے ہیں۔ پھر آپ نے ہستی باری تعالیٰ پر تقریر فرمائی اور سامعین پر اس کا ایسا اثر ہوا کہ ایک کیفیت طاری ہو گئی۔ اور اس شخص کی دماغی حالت کی یہ کیفیت تھی کہ وہ اقلیدس کی شکلوں کا ذکر کرنے لگا۔ اور حضرت مولوی صاحب نے اسے دوا منگوا کر دی۔ جب اس کی حالت درست ہوئی تو وہ حضرت صاحب کے پیروں کو ہاتھ لگا کر مسجد سے نیچے اُتر آیا اور حضرت مولوی صاحب اس کے ساتھ ہی نیچے اتر آئے۔ اس نے یکہ منگوایا اور سوار ہو گیا۔ حضرت مولوی صاحب نے فرمایا کہ آپ ایسی جلدی کیوں کرتے ہیں؟ اس نے کہا کہ میں مسلمان ہونے کی تیاری کر کے نہیں آیا تھا۔ اور مجھے پورا یقین ہے کہ اگر رات کو میں یہاں رہا تو صبح ہی مجھے مسلمان ہونا پڑے گا۔ مجھے خدا پر ایسا یقین آ گیا ہے کہ گویا میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے۔

(سیرت المہدی حصہ دوم۔ روایت نمبر 1098)

ان واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاکیزہ فرمودات کس طرح دلوں میں اترتے چلے جاتے تھے اور سننے والوں کی کایا پلٹ جایا کرتی تھی۔ یہ پاک تاثیریں آج بھی خلفائے احمدیت کی روح پرور مجالس میں مشاہدہ کی جاسکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ بھٹکی دنیا کو اس راہ کی طرف ہدایت عطا فرمائے۔

دعا کی طاقت

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے ہجرت کے نازک موڑ پر 28 راپریل 1984ء کو مسجد مبارک ربوہ کے خطاب میں فرمایا:

''میں آپ کو صبر کی تلقین کرتا ہوں یاد رکھیں سب سے بڑی طاقت صبر کی طاقت ہے جو الٰہی جماعتوں کو دی جاتی ہے اور جس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ صبر دعاؤں کی طرف متوجہ کرتا ہے اور دعاؤں میں قوت پیدا کرتا ہے اور الٰہی جماعتوں کا صبر روحانیت میں تبدیل ہونے لگتا ہے۔''

(روزنامہ الفضل ربوہ 4 مئی 1984ء)

مغربی ممالک میں رہائش کے مسائل اور ان کا حل

(قسط سوم۔آخر)

(لطیف احمد قریشی)

نقل مکانی کے نتیجے پیدا ہونے والے مسائل کا قرآنی ہدایات کی روشنی میں حل

نقل مکانی کے نتیجے میں پیدا ہونے والے تمام مسائل کا حل امّ الکتاب قرآن کریم میں واضح طور پر موجود ہے۔ پس مذکورہ تمام اقسام کے مسائل کا ہم قرآن کریم کی تعلیم کی روشنی میں انفرادی طور پر جائزہ لیتے ہیں۔

معاشرتی مسائل کا حل

قرآنِ کریم ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے اور ہر مسئلہ کا حل اس میں موجود ہے۔ اب دیکھتے ہیں کہ بیرونی ممالک میں رہائش کے نتیجے میں جو مسائل پیدا ہوتے ہیں اُن کا کیا حل اس کتاب میں بتایا گیا ہے؟ معاشرتی مسائل بیان کئے جا چکے ہیں اور اُن میں سب سے بڑا مسئلہ مقامی باشندوں کا اعتماد حاصل کرنا ہوتا ہے کیونکہ نئے آنے والوں سے قدرتی طور پر جو خوف پیدا ہو جاتا ہے اسے دور کرنا ہے۔ اس ضمن میں سب سے زیادہ اہمیت زبان اور بات چیت کرنے کو حاصل ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں اس معاملہ میں درج ذیل ہدایت موجود ہے:

'.....اور لوگوں سے نیک بات کہا کرو.....' (البقرۃ:84)

اب بات کرنے کے لئے ضروری ہے کہ مقامی زبان اچھی طرح آتی ہو تو گویا یہاں پر مقامی زبان سیکھنے کی ہدایت ہے اس کے تمام اسلوب اور مقامی اصطلاحات اور محاورے جاننے کے بعد ہی لوگوں کو اپنا مافی الضمیر صحیح طور پر سمجھایا جا سکتا ہے اور بات میں حسن پیدا ہوگا۔ غور کرنے سے احساس ہوگا کہ اس چھوٹی سی بات میں ہدایات کا ایک پورا دفتر چھپا ہوا ہے۔ چنانچہ مسکرا کر بات کرنا، بات کرتے وقت مخاطب کو عزت دینا، اُس کی تحقیر نہ کرنا، بات میں طنز یا تمسخر کا نہ ہونا، ہمیشہ سچی اور کھری بات کہنا اور نیکی کی تلقین مناسب رنگ میں کرنا، برائی سے اچھے پیرائے میں روکنا۔ غرض اچھی طرح بات چیت کرنے کے بہت سے اسلوب ہوتے ہیں۔ ان تمام کو سیکھنا جبکہ ایسے طریقے اپنی مادری زبان میں بھی آہستہ آہستہ آتے ہیں جیسے کہ کسی شاعر نے اردو زبان کے متعلق لکھا تھا کہ 'آتی ہے اردو زباں آتے آتے' لیکن یہی حال پنجابی زبان کا ہے۔ ہر ضلع کی زبان اور محاورے الگ الگ ہیں۔ نہ جانتے ہوئے غلط لفظ استعمال کر دیا جائے تو تأثر بالکل الٹ پڑ جاتا ہے۔ انگریزی کا بھی یہی حال ہے کہ مشرقی لندن کی زبان اَور ہے شہر کی زبان اَور۔ اس کے علاوہ ہر جگہ کے محاورے بھی مختلف اور اسلوب بھی مختلف ہیں۔ یہی حال فرانسیسی زبان کا بھی ہوگا جو دنیا کے مختلف علاقوں میں بولی جاتی ہے۔ عربی کا بھی ہوگا اور اسی طرح اور زبانوں کا بھی ہوگا۔ تو اس قرآنی ہدایت پر عمل کرنے سے بیرونی ممالک میں رہنے والوں کے مسائل کسی حد تک دُور ہو سکتے ہیں۔

بات چیت کے متعلق ایک اور ہدایت ہے کہ و قولوا قولاً سدیدا یعنی '.....اور صاف اور سیدھی بات کیا کرو' (الاحزاب:71)

اس میں سچ بولنے، کھری بات کہنے، مناسب طریقے سے کہنے، دھوکہ نہ دینے وغیرہ کی ہدایات ہیں اور حسنِ معاشرت کے لئے یہ ریڑھ کی ہڈی کے مانند ہے اور ہر معاملے میں انسان کو فائدہ پہنچاتی ہے خواہ وہ باہر کے ملکوں میں آباد ہوں یا اپنے وطن میں اپنے ہی گھروں میں رہتے ہوں۔

پھر مقامی لوگوں کا اعتماد اور تعاون حاصل کرنے کے لئے ان سے ملنا جلنا بھی اہمیت رکھتا ہے۔ چنانچہ پڑوسیوں سے میل جول اور حسن سلوک کے بارہ میں قرآن کریم ارشاد فرماتا ہے:

'......اور والدین کے ساتھ احسان کرو اور قریبی رشتہ داروں سے بھی اور یتیموں سے بھی اور مسکین لوگوں سے بھی اور رشتہ دار ہمسایوں سے بھی اور غیر رشتہ دار ہمسایوں سے بھی.....' (النساء:37)

اس ہدایت پر صحیح طریقے سے عمل کرنے سے پیار محبت کی فضا معاشرہ میں پھیل جاتی ہے اور اعتماد اور تعاون پیدا ہوتا ہے۔

پھر رفاہی کاموں میں حصہ لینے اور تعاون کرنے نیز فتنہ وفساد سے بچنے کی ہدایت بھی وضاحت سے موجود ہے۔ چنانچہ فرمایا:

'......اور نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے سے تعاون کرو اور گناہ اور زیادتی (کے کاموں) میں تعاون نہ کرو.....' (المائدہ:3)

پھر ملک کے قوانین کی پابندی کی ہدایت دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

'اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے حکام کی بھی.....' (النساء:60)

اس میں کوئی شک نہیں ہونا چاہئے کہ مذکورہ بالا ہدایات پر عمل کرنے کے نتیجے میں لازماً مقامی لوگوں اور حکام کا اعتماد نئے آنے والوں کو حاصل ہو جاتا ہے اور معاشرتی مسائل کسی حد تک دُور ہو سکتے ہیں۔

معاشی اور اخلاقی مسائل کا حل

مغربی ممالک میں معاشیات اور خوشحالی کا اندازہ اس امر سے لگایا جاتا ہے کہ لوگ کتنا خرچ کر رہے ہیں بڑی بڑی دوکانوں، کاروباروں، کارخانوں، کار بیچنے والوں، بجلی سے چلنے والے آلات کپڑے دھونے کی مشینیں وغیرہ بیچنے والوں اور ہوٹلوں کی کتنی آمدن ہو رہی ہے۔ ہر تہوار پر لوگ دل کھول کر خرچ کرتے ہیں۔ کرسمس کا موسم ہوتا ہے تو خرچ اخراجات آسمان سے باتیں کرنے لگتے ہیں۔ سب کاروبار کریڈٹ کارڈ پر ہوتا ہے اس لئے ہر روز کی کل خریداری کا خرچہ لوگوں کے سامنے آجاتا ہے اور ذرائع ابلاغ اسے اپنی خبروں میں اچھالتے رہتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں کہ آج تو لوگوں نے اس قدر رقم خرچ کی ہے اس لئے ملک میں خوب خوشحالی ہے اور معاشی حالات بہت ہی سازگار ہیں وغیرہ وغیرہ۔ ان کا اصول ہے

کہ آج خوب خرچ کرلو بے شک قرض پر ہی ہو، ادائیگی بعد میں ہوتی رہے گی۔ جیسے کسی شاعر نے کہا تھا

قرض کی پیتے تھے مے اور سمجھتے تھے کہ ہاں
رنگ لائے گی ہماری فاقہ مستی ایک دن

چنانچہ یہ رنگ بھی نظر آ ہی جاتا ہے جیسا کہ آجکل یورپ اور امریکہ کے بعض ممالک میں ہورہا ہے اور معاشی بدحالی کے نتیجہ میں قرض لینے پر کڑی پابندی ہے جسے Credit Crunch کہتے ہیں۔ اور اس کے نتیجے میں کئی بنک مالی مشکلات کا شکار ہیں اور حکومت ان کی مدد کرنے کے لئے کوشاں ہے اور لوگوں سے وصول ہونے والے ٹیکسوں کی رقوم سے ان بنکوں کی مدد کی جارہی ہے۔ بہت سے تجارتی ادارہ جات دیوالیہ ہوگئے جس کے نتیجے میں ہزاروں لوگ اپنی نوکریوں سے فارغ کردئے گئے اور اُن کے پاس اپنے لئے ہوئے قرض واپس کرنے کے پیسے نہیں یہانتک کہ مکانوں سے بے دخل کئے گئے اور قرضوں کی ادائیگی کے لئے ان کے اثاثوں کی نیلامی کردی جاتی ہے۔

نیا آنے والا بھی اس دھوکے میں آجاتا ہے اور بہت خوش ہوتا ہے کہ اب میرے پاس چار کریڈٹ کارڈ ہوگئے ہیں اور میں بہت زیادہ خرچ کرسکتا ہوں۔ لیکن جو شخص اس دھوکے میں آنا نہیں چاہتا اور قرض لے کر خرچ نہیں کرتا اس کی کریڈٹ ہسٹری نہیں بنتی۔ لیکن دیکھئے کہ قرآن کریم اس حوالہ سے مسلمانوں کے لئے کیا راہنمائی فرماتا ہے:

'اور وہ لوگ کہ جب خرچ کرتے ہیں تو اسراف نہیں کرتے اور نہ بخل سے کام لیتے ہیں بلکہ اس کے درمیان اعتدال ہوتا ہے۔' (الفرقان:68)

'.....اور کھاؤ اور پیئو اور اسراف نہ کرو، کیونکہ وہ (اللہ) اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔' (الاعراف:32)

'اور قرابت دار کو اس کا حق دے اور مسکین کو بھی اور مسافر کو بھی مگر فضول خرچی نہ کر۔ یقیناً فضول خرچ لوگ شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے ربّ کا بہت ناشکرا ہے۔' (بنی اسرائیل:28-27)

'اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! سود در سود نہ کھایا کرو۔ اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ'۔ (آل عمران:131)

ان آیات میں اپنے وسائل میں رہ کر خرچ کرنے، اسراف اور بخل دونوں سے بچنے، ضرورت کے وقت غریبوں کی مدد کرنے اور سود پر قرض دینے اور لینے کی ممانعت ہے۔ ان ہدایات پر عمل کرنے کے نتیجے میں ان تمام مسائل سے نجات مل سکتی ہے جو مغربی ممالک میں رہائش کا طرۂ امتیاز ہیں۔

دوسری طرف مسلمانوں کو یہ تلقین بھی کی جارہی ہے کہ اپنے کمائے ہوئے مال کو دین کی ضروریات کے لئے خرچ کرنے کے نتیجے میں مال میں برکت پڑتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

'ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ایسے بیج کی طرح ہے جو سات بالیں اُگاتا ہو۔ ہر بالی میں سو دانے ہوں اور اللہ جسے چاہے (اس سے بھی) بہت بڑھا کر دیتا ہے اور اللہ وسعت عطا کرنے والا (اور) دائمی علم رکھنے والا ہے۔' (البقرۃ:262)

پھر شراب اور جوئے کے متعلق بھی بہت واضح ہدایات قرآن میں موجود ہیں۔ چنانچہ فرمایا:

'اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! یقیناً مدہوش کرنے والی چیز اور جوا اور بت (پرستی) اور تیروں سے قسمت آزمائی یہ سب ناپاک شیطانی عمل ہیں۔ پس ان سے پوری طرح بچو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ' (المائدہ:91)

دراصل یہ تمام کام نہ صرف معاشی بدحالی کی وجہ بن جاتے ہیں بلکہ اخلاق پر بھی بہت برا اثر ڈالتے ہیں اور وہ لوگ جو ان سے بچتے ہیں وہ دیگر کئی برائیوں سے بھی محفوظ رہتے ہیں۔

پھر جنسی بے راہروی سے محفوظ رہنے کیلئے بھی ہدایات مشعل راہ ہیں۔ فرمایا:

'زنا کے قریب نہ جاؤ، یقیناً یہ بے حیائی ہے اور بہت برا راستہ ہے' (الاسراء:33)

نیز اس فعل سے بچنے کی احتیاطی تدابیر بھی تفصیل سے بیان کردیں تا کہ عمل کرنے والوں کے لئے آسانی ہو۔ فرمایا:

'مومنوں کو کہہ دے کہ اپنی آنکھیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں۔ یہ بات ان کے لئے زیادہ پاکیزگی کا موجب ہے۔ یقیناً اللہ، جو وہ کرتے ہیں، اس سے ہمیشہ باخبر رہتا ہے۔' (النور:31)

زنا سے بچنے کے لئے یہ پہلی ہدایت ایمان لانے والے مردوں کو دی گئی ہے لیکن اگلی آیت کی مخاطب عورتیں ہیں اور ان کو بھی اسی مقصد کے حصول کے لئے طریقہ سکھایا گیا ہے۔

'اور مومن عورتوں سے کہہ دے کہ وہ اپنی آنکھیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت ظاہر نہ کیا کریں سوائے اس کے کہ جو اس میں سے ازخود ظاہر ہو۔ اور اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیاں ڈال لیا کریں۔ اور اپنی زینتیں ظاہر نہ کیا کریں مگر اپنے خاوندوں کے لئے یا اپنے باپوں یا اپنے خاوندوں کے باپوں یا اپنے بیٹوں کے لئے یا اپنے خاوندوں کے بیٹوں کے لئے یا اپنے بھائیوں یا اپنے بھائیوں کے بیٹوں یا اپنی بہنوں کے بیٹوں یا اپنی عورتوں یا اپنے زیرِ نگیں مَردوں کے لئے یا مَردوں میں ایسے خادموں کیلئے جو کوئی (جنسی) حاجت نہیں رکھتے یا ایسے بچوں کے لئے جو عورتوں کی پردہ دار جگہوں سے بے خبر ہیں۔ اور وہ اپنے پاؤں اس طرح نہ ماریں کہ (لوگوں پر) وہ ظاہر کردیا جائے جو (عورتیں عموماً) اپنی زینت میں سے چھپاتی ہیں۔ اور اے مومنو! تم سب کے سب اللہ کی طرف توبہ کرتے ہوئے جھکو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ' (النور:32)

یہ پردہ کا حکم ہے اور اس پر دنیا کے ہر ملک میں عمل کیا جاسکتا ہے اور مہذب کہلانے والے ممالک خاص طور پر یہ خیال رکھتے ہیں کہ ایسے احکامات جو کسی دین کی ہدایات پر مشتمل ہوں اُن پر عمل کرنے سے اپنے ملک کے باشندوں کو روکا نہ جائے۔ چنانچہ امریکہ اور برطانیہ اور اسی قسم کے دیگر ممالک میں اس تعلیم پر عمل کیا جاسکتا ہے اور جو خواتین پردہ کرنا چاہیں وہ کرسکتی ہیں اور اس پر عمل کرنے کے نتیجہ میں معاشرہ ہر قسم کی بے حیائی اور بے راہروی سے بچ سکتا ہے۔

خاندانی مسائل کا حل

قرآنِ کریم میں خاندانی مسائل کا بھی اعلیٰ درجہ کا حل موجود ہے خواہ ایسے

مسائل اپنے وطن میں یا وطن سے باہر پیش آئیں حل وہی ہے جو قرآن میں مختلف مقامات پر بتایا گیا ہے۔ان مسائل کی کنجی اس دعا میں معلوم ہوتی ہے جو اللہ کے ایک نبی حضرت زکریا علیہ السلام نے کی اور اللہ تعالیٰ نے افادۂ عام کے لئے ہمیشہ کے لئے قرآن میں محفوظ کر لیا اور تمام آئندہ اور بعد میں آنے والوں کو سکھا دیا۔ چنانچہ فرمایا: رب لا تذرنی فرداً و انت خیر الوارثین ۔یعنی ''اے میرے ربّ! مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور تو سب وارثوں سے بہتر ہے۔'' (الانبیاء:90)

اگلی آیات میں اس دعا کے قبول ہونے اور ایک چھوٹے سے کنبے کا ذکر ہے جس میں اسی باپ کے بیٹے اور ان کی اہلیہ کا تذکرہ کر کے ان کی بعض خوبیوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

خاندانی مسائل کا حل یہ معلوم ہوتا ہے کہ انسان اکیلا نہ رہے اور اس کا ساتھی ہو اور اولاد بھی ہو۔اپنے ساتھی کے ساتھ کس طریق پر سلوک کرنا ہے اس کے متعلق بھی تفصیلی ہدایات موجود ہیں۔مثلاً یہ آیات ملاحظہ فرمائیں:

'اے لوگو! اپنے ربّ کا تقویٰ اختیار کرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا اور پھر ان دونوں میں سے مردوں اور عورتوں کو بکثرت پھیلا دیا۔اور اللہ سے ڈرو جس کے نام کے واسطے دے کر تم ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رِحموں (کے تقاضوں) کا بھی خیال رکھو۔یقیناً اللہ تم پر نگران ہے'۔ (النسآء:2)

'اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور صاف اور سیدھی بات کیا کرو۔ وہ تمہارے لئے تمہارے اعمال کی اصلاح کر دے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔اور جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے تو یقیناً اُس نے ایک بڑی کامیابی کو پا لیا'۔ (الاحزاب 72-71)

'اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور ہر جان یہ نظر رکھے کہ وہ کل کے لئے کیا آگے بھیج رہی ہے۔اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔یقیناً اللہ اس سے جو تم کرتے ہو ہمیشہ باخبر رہتا ہے'۔(الحشر:19)

یہ آیات جن کا ترجمہ اوپر تحریر کیا گیا ہے ان کی تلاوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نکاح کے اعلان کے موقع پر فرمایا کرتے تھے اور آج تک بھی اس سنت پر عمل کیا جاتا ہے اور اعلانِ نکاح کے مواقع پر انہی آیات کی تلاوت کی جاتی ہے۔غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ تقویٰ کو ہر معاملے میں ملحوظ خاطر رکھنے کے علاوہ ان آیات میں مردوں اور عورتوں میں کامل مساوات کا اعلان ہے جو اس بات سے ظاہر ہوتا ہے کہ دونوں کی پیدائش کا ایک ہی مبداء ہے۔پھر ہر معاملے میں قولِ سدید اختیار کرنے کا حکم ہے جو سچ بولنے اور بغیر پیچ کے بات کرنے کا دوسرا نام ہے۔قول سدید اختیار کرنے کے فوائد بیان ہوئے ہیں۔پھر اللہ تعالیٰ کے احکامات اور سنت نبوی پر عمل کرنے کا ارشاد ہے۔اور آخر میں اس رشتہ کے نتیجے میں ہونے والی اولاد کی بہبود اور تربیت کی طرف اشارے پائے جاتے ہیں۔غرض قرآن کی تعلیمات میں سے ایک حیرت انگیز اور پُر مغز انتخاب ہے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع کے لئے فرمایا۔اس پر عمل کرنے والوں کے ہر قسم کے مسائل جو خاندانوں میں پیدا ہو سکتے ہیں ان کا حل موجود ہے۔ضروری ہے کہ بیرونی ممالک میں رہنے والے خاص طور پر ان ہدایات کو پیش نظر رکھیں تا کہ ہر قسم کے خاندانی مسئلہ سے بچ سکیں۔

دعا کی طاقت

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز آغازِ خلافت سے مسلسل دعاؤں کی طرف احباب جماعت احمدیہ عالمگیر کی توجہ مبذول کروا رہے ہیں آپ نے اپنے پہلے خطاب میں فرمایا:۔

''احباب جماعت سے صرف ایک درخواست ہے کہ آج کل دعاؤں پر زور دیں، دعاؤں پر زور دیں۔ بہت دعائیں کریں، بہت دعائیں کریں، بہت دعائیں کریں۔اللہ تعالیٰ اپنی تائید و نصرت میں فرمائے اور احمدیت کا یہ قافلہ اپنی ترقیات کی طرف رواں دواں رہے۔آمین''

(الفضل 24 اپریل 2003ء)

ایک اور مسئلہ بوڑھے والدین کی دیکھ بھال کا ہے۔اس معاملے میں بہت سے تکلیف دہ واقعات سامنے آتے ہیں۔قرآن کریم اس سلسلہ میں کئی جگہ ہماری راہنمائی کرتا ہے۔چنانچہ ایک جگہ فرمایا:

'اور تیرے ربّ نے فیصلہ صادر کر دیا ہے کہ تم اُس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین سے احسان کا سلوک کرو۔اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک تیرے پاس بڑھاپے کی عمر کو پہنچے یا وہ دونوں ہی، تو اُنہیں اُف تک نہ کہہ اور انہیں ڈانٹ نہیں اور انہیں نرمی اور عزت کے ساتھ مخاطب کر۔اور ان دونوں کے لئے رحم سے عجز کا پَر جھکا دے اور کہہ کہ اے میرے رب! ان دونوں پر رحم کر جس طرح ان دونوں نے بچپن میں میری تربیت کی'۔(بنی اسرآئیل:25-24)

یہاں اللہ کی عبادت اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا اکٹھا ذکر ہے گویا حقوق اللہ کے بعد حقوق العباد میں پہلے مقام پر والدین کا حق ہے اور اس کی وجہ بھی بیان ہوئی ہے نیز ان تمام عوارض کا مجملاً تذکرہ ہے جو بڑھاپے میں انسانوں کو لاحق ہو جاتے ہیں اور جن کے نتیجے میں ان کی خدمت کا کام مشکل ہو جاتا ہے۔

انسانوں کی تین نسلیں ایسی ہوتی ہیں جن کا ایک دوسرے سے گہرا تعلق ہوتا ہے اور ان ہدایات میں ان تینوں نسلوں کو خصوصیت دی گئی ہے کہ وہ ایک دوسرے کا خیال رکھیں اور اس طرح ایک دوسرے کا سہارا بنیں جس کے نتیجے میں تمام خاندانی مسائل حل ہو جاتے ہیں۔ان میں ایک دوسرے کے لئے دعا کرنے کا ارشاد بھی موجود ہے جو مسائل کو حل کرنے کا ایک خاص طریقہ ہے۔

مذہبی مسائل کا حل

تمام مذہبی مسائل کا حل قرآن کریم میں یوں بیان فرمایا گیا ہے کہ:

'دین میں کوئی جبر نہیں۔یقیناً ہدایت گمراہی سے کھل کر نمایاں ہو چکی۔پس جو شیطان کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لائے تو یقیناً اس نے ایک ایسے مضبوط کڑے کو پکڑ لیا جس کا ٹوٹنا ممکن نہیں۔اور اللہ بہت سننے والا (اور) دائمی علم رکھنے والا ہے'۔(البقرہ:257)

اس قرآنی ہدایت پر عمل کرنے کے نتیجہ میں نہ صرف ہر قسم کا مذہبی فساد ختم

ہو جاتا ہے بلکہ ایسے مسائل بھی حل ہو جاتے ہیں جو مذہبی اختلاف کے نتیجہ میں پیدا ہو سکتے ہیں۔ مذہب کو اختیار کرنے کے معاملہ میں جبر کی ممانعت ہے کیونکہ رُشد اور گمراہی کا فرق وضاحت سے بیان ہو چکا ہے اور ان میں سے وہ لوگ جو رُشد کو اختیار کرتے ہیں ان کا ایک سننے والا اور جاننے والا خدا ایسا سہارا ہو جاتا ہے جو بیحد مضبوط ہے اور یہی اس صداقت کے پرکھنے کیلئے ایک واضح اور بین ثبوت ہے۔

پھر ایسے لوگ جو رُشد کے راستے کو اختیار کریں وہ اس راستے پر کیسے قائم رہیں؟ اس کا طریقہ اس آیت میں بتایا گیا ہے:

'اور اللہ کی رسی کو سب کے سب مضبوطی سے پکڑ لو اور تفرقہ نہ کرو۔ (ال عمران 104)

یہاں خلافت اور نظام سے محبت اور اطاعت کے گہرے تعلقات اور مسلسل رابطے کی تلقین ہے اور اس مقصد کے حصول کے لئے مسلسل دعاؤں کی ضرورت ہے جو کئی جگہ بیان ہوئی ہیں۔ مثلاً یہ دعا: 'اے ہمارے ربّ! ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ ہونے دے بعد اس کے کہ تو ہمیں ہدایت دے چکا ہو۔ اور اپنی طرف سے رحمت عطا کر۔ یقیناً تو ہی ہے جو بہت عطا کرنے والا ہے۔' (ال عمران 9)

سیاسی مسائل کا حل

سیاست کے معاملات میں بھی بہت واضح ہدایات قرآنِ کریم میں موجود ہیں۔ چنانچہ اس جمہوریت کے دور میں ایک عمومی مگر بہت اہم ہدایت یہ ہے:

'یقیناً اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں ان کے حقداروں کے سپرد کیا کرو اور جب تم لوگوں کے درمیان حکومت کرو تو انصاف کے ساتھ حکومت کرو۔ یقیناً بہت عمدہ ہے جو اللہ تمہیں نصیحت کرتا ہے۔......' (النساء: 59)

اس آیت میں ووٹ دینے کے اصول بیان ہوئے ہیں اور منتخب نمائندوں کو کام کرنے کے طریق سکھائے گئے ہیں۔

عدل اور انصاف کا ذکر یوں تو قرآن کریم میں بہت سے مقامات پر ہے لیکن ایک جگہ اس ہدایت کی روح کی عکاسی یوں کی گئی ہے کہ '...... جب بھی تم کوئی بات کرو تو عدل سے کام لو خواہ کوئی قریبی ہی (کیوں نہ) ہو.....'۔ (الانعام: 153)

نیز رشوت ستانی، دھوکہ دہی اور ہر قسم کے قومی جرائم کے متعلق بھی قرآن میں تفصیلی ذکر موجود ہے لیکن فی الحال اسی پر اکتفاء کرتے ہیں۔ ان اصولوں پر عمل کرنے کے نتیجے میں اپنے وطن یا غیر ممالک میں سیاسی مسائل حل ہو جاتے ہیں۔

ہر مسئلہ کا حل

ہر مسئلہ کا حل دعا میں ہے اور یہ مضمون قرآن کریم میں کئی جگہ بیان ہوا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

'اور تمہارے ربّ نے کہا مجھے پکارو میں تمہیں جواب دوں گا.....' (المومن: 61)

غرض بیرونِ ملک رہنے والوں یا وطن میں ہی زندگی گزارنے والوں کے لئے یہی ہدایات ہیں جو انہیں خوشگوار اور پُرمسرت زندگی گزارنے میں مدد دیں گی اور ان کے تمام مسائل حل کرنے میں مشعل راہ بنیں گی۔

کلام الامام. امام الکلام

☆ میرے نزدیک سب وظیفوں سے بہتر وظیفہ نماز ہی ہے۔ (ملفوظات جلد سوم صفحہ 311)

☆ نماز خدا کا حق ہے اسے خوب ادا کرو۔ (ملفوظات جلد سوم صفحہ 591)

☆ جو شخص پنج گانہ نماز کا التزام نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ (کشتی نوح)

☆ نماز دراصل ربّ العزّت سے دعا ہے جس کے بغیر انسان زندہ نہیں رہ سکتا اور نہ عافیت اور خوشی کا سامان مل سکتا ہے۔ (ملفوظات جلد دوم صفحہ 615)

☆ اطمینان وسکینتِ قلب کے لئے نماز سے بڑھ کر اور کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ (ملفوظات جلد پنجم صفحہ 402)

☆ نماز کی اصل غرض اور مغز دعا ہی ہے۔ (ملفوظات جلد اوّل صفحہ 234)

☆ نماز ہزاروں خطاؤں کو دُور کر دیتی ہے اور ذریعہ حصولِ قربِ الٰہی ہے۔ (ملفوظات جلد چہارم صفحہ 292)

تعلیمی پرچہ میں نمایاں کارگزاری دکھانے والے انصار

گزشتہ تعلیمی پرچہ میں نمایاں کارکردگی دکھانے والے بعض انصار کے اسماء گزشتہ شمارہ میں شائع کئے گئے تھے۔ ذیل میں بعض دیگر مجالس کے چند مزید نام پیش کئے جارہے ہیں۔

مجلس مسجد ویسٹ: مبشر احمد گوندل صاحب۔ ڈاکٹر طارق باجوہ صاحب۔ ڈاکٹر مجیب الحق خان صاحب۔ مقصود طاہر صاحب۔ قریشی جمیل شاہد صاحب۔ مبشر احمد خان صاحب۔ فاروق احمد صاحب۔ رشید باسط صاحب۔ طاہر افضال صاحب۔ انس احمد صاحب۔

مجلس پرلی: ڈاکٹر عبد الکریم صاحب۔ امان اللہ خان صاحب۔ امین خالد صاحب۔ نذر محمد کھوکھر صاحب۔ طاہر احمد ملک صاحب۔ مسعود احمد بٹ صاحب۔

مجلس شرلی: ناصر احمد صاحب۔ احمد شریف رندھاوا صاحب۔ شیخ آصف سعید صاحب۔ احسان احمد خان صاحب۔ عبد اللطیف مانگٹ صاحب۔ محمد نواز اعوان صاحب۔ محمد ادریس مبارک صاحب۔ سید کلیم شادی صاحب۔

مجلس مارڈن: سید حسن خان صاحب۔ مقصود احمد صاحب۔

مجلس بالھم: مجیب الرحمٰن غوری صاحب۔ عبد الحمید باجوہ صاحب۔ مشہود اسلم صاحب۔ مسعود علی کبیر صاحب۔ عبد العظیم خان صاحب۔ محمد حنیف صاحب۔ عبد القدیر ساجد صاحب۔ عبد الخالق صاحب۔ عطاء القادر طاہر صاحب۔ رشید احمد صاحب۔ مقصود احمد بٹ صاحب۔ نصیر احمد عابد صاحب۔

محترم سید عبدالحئی شاہ صاحب مرحوم (سابق ناظر اشاعت ربوہ)

(سید احمد یحیٰ)

مورخہ 30 نومبر 2012ء کو علی الصبح 6 بجے خاکسار دو ہفتہ ابا کے ساتھ رہنے کے بعد واپس دبئی جانے کے لئے روانہ ہونے لگا تو حسب معمول سفر شروع کرنے سے قبل آپ نے لمبی پُرسوز دعا کروائی لیکن اس دن دعا کا ایک خاص رنگ تھا۔ آپ بستر میں ہی تھے۔ خاکسار ملنے کے لئے جھکا تو گلے لگایا اور فرط جذبات میں آپ کے سینے میں دل کی دھڑکن کی عجیب آواز آرہی تھی۔ اس سے قبل بھی میری والدہ مرحومہ کی وفات پر جب مَیں ابا سے ملا تھا تو ایسی کی کیفیت تھی۔ خدا جانتا ہے کہ یہ کس قدر مشکل یہ آخری ملاقات تھی۔ دل نہیں چاہتا تھا کہ واپس جاؤں لیکن ابا کا اصرار بھی تھا کہ اب وہ بہت بہتر ہیں اور دفتر جانا شروع کر چکے ہیں۔ نیز مجھے بچوں کے ساتھ دوبارہ تین ہفتے بعد آنا ہے۔

اسلام آباد پہنچ کر ابا کو فون کیا تو آپ دفتر میں تھے۔ کہا مَیں بہت بہتر محسوس کر رہا ہوں اور اس وقت حضور کو اپنے ہاتھ سے خط لکھ رہا ہوں۔ یہ وہی خط ہے جس میں ہمیشہ کی طرح اس خواہش کا اظہار اور دعا کی درخواست تھی کہ اللہ آخری دَم تک جماعتی خدمت کی توفیق دے۔ اس خط میں یہ خاص ذکر تھا کہ "حضور میری خواہش ہے کہ کام کے دوران ہی میری وفات ہو"۔ اور اللہ نے ان کی خواہش کو اس طرح قبول کیا کہ اگلے پندرہ دن ابا روزانہ دفتر باقاعدگی سے جاتے رہے اور خود کو بہت بہتر محسوس کر رہے تھے۔ روزانہ فون پر بات ہوتی تو بتاتے کہ آجکل میں بہت عرصہ سے رُکے ہوئے کام نکال رہا ہوں۔ حضور اقدس کو خود رپورٹس بھی تحریر کر کے بھجوائیں۔ ہر طرح سے مطمئن تھے۔ ان دنوں خاکسار کو کئی بار یاددہانی کروائی کہ کوشش کرواگر ہمیں انڈیا کا ویزہ مل جائے تاکہ ہم جلسہ قادیان میں شامل ہوسکیں۔

14 دسمبر کو دفتر میں مصروف رہے اور وہاں سے ہی چیک اَپ کے لئے ہسپتال چلے گئے۔ ڈاکٹرز نے داخل ہونے کا مشورہ دیا۔ اگلے تین دن دفتری کارکنان ہسپتال آکر ڈاک پیش کرتے اور راہنمائی لیتے رہے۔ فون پر عزیز اقارب سے بھی بات چیت ہوتی رہی اور ہمیشہ کی طرح یہی کہتے کہ مَیں بالکل ٹھیک ہوں اور بس ڈاکٹرز کی ہدایت پر آرام کر رہا ہوں۔ 18 دسمبر کی صبح طبیعت میں بے چینی تھی۔ آپ کا بیٹا عمران وہیں پر تھا۔ اُس دن بھی دفتر سے آنے والوں کا سلسلہ جاری تھا لیکن دوپہر کے بعد ہاتھ ہلا کر سلام کرتے اور دعا کی درخواست۔

آپ کی وفات کے بعد محترم ڈاکٹر نوری صاحب نے خاص طور پر ذکر کیا کہ اگر شاہ صاحب کے عوارض کو دیکھیں تو شاید دس سال قبل وفات ہو جانی چاہئے تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے شاہ صاحب کو بھرپور خدمت دین کی توفیق دینی تھی اور جس نوعیت کی ذمہ داری ادا کر رہے تھے اس میں شاہ صاحب کی یادداشت اور نظر سو فیصد قائم تھی۔

مجھے بچپن سے ہی اپنے ابا کی بعض خوبیوں کا ادراک تھا۔ آپ غیر معمولی طور پر ذہین تھے اور غیر معمولی بصیرت اور فراست کے مالک تھے۔ یادداشت کمال کی تھی۔ ہم نے ہمیشہ آپ کو بہت محنتی پایا۔ آپ کے دوست اور کلاس فیلوز بھی یہ تصدیق کرتے ہیں کہ آپ طالبعلمی کے دنوں میں بہت محنت کرتے اور خوشخط نوٹس تیار کرتے جو دوسرے ساتھیوں کے لئے بھی مفید ہوتے۔

آپ صبر اور برداشت کا پہاڑ تھے۔ ہر مشکل اور کٹھن مرحلے کو انتہائی خندہ پیشانی سے برداشت کرتے۔ چھوٹی عمر میں تعلیم کے لئے گھر کو چھوڑا۔ پھر 1949ء میں پاکستان آگئے۔ کچھ عرصہ بعد ہمارے دادا کی وفات ہوگئی۔ کوئی قریبی عزیز رشتہ دار بھی پاس نہ ہوتا۔ مجھے یاد ہے کہ جب میری دادی کی وفات کی اطلاع ابا کو کشمیر سے بذریعہ خط ملی تو کئی روز تک اس اندوہناک غم کو دل میں لئے اکیلے سہتے رہے اور کئی دن بعد گھر والوں کو یہ خبر دی۔ ہماری امی کی اچانک وفات کا صدمہ بھی قیامت خیز حادثہ سے کم نہ تھا مگر یہ سانحہ بھی کمال صبر سے برداشت کیا۔

آپ انتہائی نرم طبیعت کے حامل تھے۔ غصہ کبھی پاس سے نہ گزرتا۔ مجھے یاد نہیں کہ گھر میں کبھی آپ کو اونچی آواز میں بات کرتے سنا ہو یا ہم کو کبھی غصہ میں ڈانٹا ہو۔ جو بات سمجھانی ہوتی، بہت پیار سے مختصر الفاظ میں تلقین کرتے۔ یہی طریق دوسرے لوگوں کے ساتھ بھی اپنایا ہوا تھا۔

ہم نے گھر میں مرغیاں پال رکھی تھیں۔ ہمارے گھر کے ساتھ نئے ہمسائے آئے اور ابھی چند ہی دن ہوئے تھے کہ ہمارا ایک موٹا تازہ مرغ اُن کے ہاں چلا گیا۔ انہوں نے غصہ میں اُس کو مارا اور زخمی کر دیا۔ جب وہ تڑپنے لگا تو اس خیال سے کہ ضائع نہ ہو جائے انہوں نے مرغ کو ذبح کیا اور پھر شرمندگی اور معذرت کے ساتھ ہمارے گھر لے آئے اور معاملہ بیان کیا۔ ابا نے اُن سے معذرت کی کہ ہمارے مرغ کی وجہ سے اُن کو تکلیف ہوئی۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد گوشت کا نصف حصہ اُن کے گھر بھجوا دیا۔ یہ ہمسائے آج تک اس واقعہ کو یاد کرتے ہیں۔ اُن دنوں معاشی حالات کے پیش نظر مرغ کا نقصان معمولی نہیں تھا لیکن آپ نے جس طرح اس معاملہ کو نبٹایا اُس نے دوسروں کے لئے کئی سبق چھوڑے۔

میرے ابا اپنی ظرافت کے حوالہ سے گھر، خاندان، دوست احباب اور دفتر میں معروف تھے۔ آپ کے چٹکلے اور دلچسپ گفتگو محفل کی جان ہوتی۔ ہر بات اور موقع پر کوئی لطیف پہلو تلاش کر کے ماحول کو متاثر کرتے۔ چھوٹے بچے بھی آپ کی طبیعت سے بہت لطف اندوز ہوتے اور آپ کے منفرد انداز کو یاد رکھتے۔ گزشتہ دو سال میں کئی مرتبہ ہسپتال میں داخل ہوئے۔ شدید بیماری کے دنوں میں بھی ڈاکٹر صاحبان سے اور خاص طور پر ڈاکٹر مشہود صاحب سے کوئی نہ کوئی مزاحیہ مکالمہ جاری رہتا۔

ہمارے والدین انتہائی مہمان نواز تھے اور اُن میں مہمان نوازی کا ایسا جذبہ

تھا جو عام زندگی میں بہت کم دیکھنے میں آتا ہے۔ مہمانوں کی بلاتفریق خدمت کرتے ہم نے اُنہیں دیکھا۔ میری والدہ اس لحاظ سے عظیم تھیں کہ ابا کے وقف کو پوری طرح نبھانے میں بھرپور ساتھ دیا۔ بچوں کی پرورش بہت محنت، جدوجہد اور قربانی سے کی۔ بہت تنگی کے دنوں میں بھی آنے والے مہمان کی تکریم کی جاتی اور خیال رکھا جاتا۔ زیادہ مہمانوں کی آمد ہوتی (خصوصاً جلسہ سالانہ پر) تو سارا گھر مہمانوں کے حوالہ کر کے خود بچوں کے ساتھ سٹور میں منتقل ہوجاتے۔ کئی دفعہ صحن میں ٹینٹ بھی لگالیتے۔

میرے پڑنانا خواجہ عبدالعزیز ڈار صاحب بیماری کے آخری چند سال ہمارے گھر پر رہتے تھے اوراسی طرح میری نانی جان تقریباً پندرہ سال ہمارے گھر پر ہی رہیں۔ چونکہ باقی بچے باہر چلے گئے تھے، ہماری امی ہمیشہ ان بزرگان کی خدمت میں دن رات مصروف رہتیں اور میرے ابا نے ہمیشہ خندہ پیشانی سے میری امی کا ساتھ دیا۔

کھانے کی میز پر بیٹھتے تو روزانہ ایک بات پوچھتے کہ ملازمہ کو کھانا دیدیا ہے؟ کئی دفعہ امی کہتیں کہ آپ کیوں فکر کرتے ہیں، مَیں ہمیشہ پہلے ملازمہ کو کھانا دیتی ہوں۔ آپ کہتے کہ ضروری ہے کہ جو ملازم اتنی خدمت کرتے ہیں اُن کو کھانا پہلے ملنا چاہئے نیز وہی کھانا دینا چاہئے جو اپنے لئے میز پر ہو۔

اپنی وفات سے تین ماہ قبل ایک دن فون پر بتانے لگے کہ آج ملازمہ کے ساتھ اُس کی شادی کا سامان لینے گیا ہوا تھا۔ مَیں نے کہا کہ آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں، آپ کو کیا ضرورت تھی، اُن کو پیسے دے دینے تھے وہ خود ہی خریداری کر لیتے۔ کہنے لگے کہ اگر تمہاری امی زندہ ہوتیں تو وہ یہ کام خود ہی کرتیں، اس لئے مجھے کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔

ایک دن فون کیا تو پتہ چلا کہ آج ربوہ میں غیر احمدی بڑا جلوس نکال رہے ہیں اور احمدیوں کو باہر نہ نکلنے کی تلقین کی گئی تھی۔ لیکن اُسی دن اُس شخص کی بیٹی کا رخصتانہ تھا جو ہمارے گھر میں تیس سال سے زائد عرصہ سے دودھ مہیا کررہا تھا۔ مَیں نے بھی منع کیا لیکن ابا اور امّی دونوں نے کچھ عزیزوں کو ساتھ لیا اور دودھ والے کی خوشی کے لئے اُن کے گاؤں جا کر تقریب میں شامل ہوئے۔

ابا کا خلفاء کے ساتھ غیرمعمولی تعلق تھا اور چار خلفاء کی صحبت سے فیضیاب ہونے کی سعادت آپ نے پائی۔ چنانچہ جب حضرت مصلح موعودؓ کو ایک ضروری اور اہم کام کے لئے فوری طور پر کسی کو کشمیر بھجوانے کی ضرورت ہوئی تو حضورؓ نے آپ کا انتخاب فرمایا۔ اُن دنوں پاکستان اور ہندوستان میں کشمیر کے معاملہ پر بہت کشیدہ صورتحال تھی۔ ان حالات میں آپ نے حضورؓ کا ارشاد پہنچانے کے لئے راولپنڈی سے سرینگر تک کا پیدل سفر کیا۔ یہ سفر نہایت مشکل اور پہاڑوں میں سے گزر کر کیا۔ بعد میں کبھی اس سفر کا ذکر ہوتا تو ہم بچے اور دیگر عزیز آپ سے پوچھا کرتے کہ آپ کے سپرد کیا کام تھا۔ لیکن آپ نے ساری زندگی اس کو راز ہی رکھا۔

اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے دور میں حضور جب اسلام آباد میں قیام فرما تھے تو ایک دن ابا نے گھر آکر مجھ سے پوچھا کہ کیا تم آج شام چناب ایکسپریس سے راولپنڈی جاسکتے ہو؟ مجھے کیا اعتراض ہوسکتا تھا۔ آپ نے کہا کہ یہ ایک خط حضورؒ کی قیامگاہ ''بیت الفضل'' میں پرائیویٹ سیکرٹری کو پہنچانا ہے۔ میری کم عقلی تھی کہ پوچھ بیٹھا کہ اس لفافہ میں کیا ہے؟ لفافہ بند تھا۔ آپ نے اُسے میرے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا کہ اگر تمہیں بہت تجسّس ہے تو ابھی کھول لو۔ اس پر مَیں اس قدر شرمندہ ہوا کہ دوبارہ ایسا اشارہ بھی نہیں دیا۔

لندن میں 2011ء کے جلسہ سالانہ کے بعد حضور انور ایدہ اللہ کے ساتھ ابا نے ایک دفتری ملاقات کی۔ ملاقات کے بعد کار میں خاکسار نے دریافت کیا کہ ملاقات کیسی رہی؟ کہا: ٹھیک تھی۔ الحمدللہ۔ مَیں نے پوچھا کہ کوئی خاص ارشاد؟ آپ خاموش رہے۔ شام کو ایک عزیز گھر پر آئے تو انہوں نے بھی میرے والی غلطی دہرائی اور پوچھا کہ حضور نے کیا خاص ہدایات دی ہیں۔ ابا نے کوئی جواب نہ دیا اور اُن کے بچوں کا احوال دریافت کرتے رہے۔ ہم نے کبھی بھی دفتری معاملات اور خلفاء کے خطوط یا ملاقاتوں کے حوالہ سے کوئی بات گھر میں نہیں سنی۔ دفتری خطوط گھر پر نہیں لاتے تھے البتہ مقالے، مضامین اور کتب وغیرہ ہر روز گھر آتیں۔ اُن پر کام ہوتا اور واپس چلی جاتیں۔

آپ کی وفات کے بعد دفتر میں موجود ابا کے ذاتی خطوط اور خلفاء کی طرف سے آنے والے خطوط دیکھے تو احساس ہوا کہ خلفائے وقت سے اس دعا کی درخواست ہمیشہ کیا کرتے کہ اللہ تعالیٰ خاتمہ بالخیر کرے اور مرتے دم تک سلسلہ کی خدمت میں مصروف رہیں اور یہ خدمت اللہ کی نظر میں مقبول ہو۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی شدید بیماری کے دوران ایک جلسہ سالانہ یوکے کے پہلے روز جب حضورؒ کا ناسازیٔ طبع کی وجہ سے جلسہ کے افتتاحی اجلاس میں آنا مشکل ہوگیا تو ارشاد موصول ہوا کہ ابا پہلے اجلاس کی صدارت کریں۔ اجلاس کے بعد کچھ ملنے والوں نے بے تکلّفی سے مبارکباد دی تو آپ نے اس کو ناپسند کیا اور کہا کہ یہ تو تکلیف کی بات ہے کہ آج حضور بیماری کی شدّت کے باعث شرکت نہ کرسکے، یہ میرے لئے کوئی خوشی کی بات نہیں۔

2005ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ازراہ شفقت میرے ایک بھائی کیلئے رشتہ تجویز کیا تو ابا بھائی سے مشورہ کرنے کے بعد فوراً حضورؒ کی خدمت میں خط تحریر کیا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور حضور کی توجہ سے یہ رشتہ تجویز ہوا ہے۔ ہمیں اس رشتہ پر پورا اطمینان اور شرح صدر ہے۔ یہ میری انتہائی عزت افزائی ہے اور حضور کی ذرّہ نوازی کہ حضور نے میرے بیٹے پر اعتماد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضور کے اعتماد پر پورا اترنے کی توفیق دے۔ آمین

حضورؒ نے ازراہ شفقت نکاح کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا کہ جب مَیں نے یہ رشتہ تجویز کیا تو حالانکہ عمومی طور پر لڑکے والے لڑکی والوں سے ملتے ہیں اور اپنی پسند ناپسند کا ذکر بھی ہوتا ہے لیکن شاہ صاحب اور اُن کی بیگم نے فوراً انشراح صدر کے ساتھ میرے تجویز شدہ رشتہ کو قبول کیا۔

ابا کہا کرتے تھے کہ گزشتہ پچیس سال میں دنیا کے سترہ ممالک میں جانے کا مجھے موقع ملا ہے لیکن ہمیشہ کے لئے میری فیورٹ جگہ ربوہ، لندن یا قادیان ہی رہی

ہے۔ظاہر ہے کہ یہ مقامات خلافت کے حوالہ سے ہر مخلص احمدی کیلئے فیورٹ ہیں۔

ابا پر 2010ء میں فالج کا حملہ ہوا لیکن خدا تعالیٰ کے فضل سے بروقت علاج نے ہر پیچیدگی سے محفوظ رکھا۔ تاہم وقتی طور پر 'کم مدّتی یادداشت' معمولی سی متاثر ہوئی۔اس بارہ میں ہر وقت پریشانی کا اظہار کرتے تھے۔مَیں نے کہا کہ کوئی ایسی بات نہیں، آپ سے زیادہ تو شاید مَیں بھول جاتا ہوں۔ کہنے لگے کہ میرا تو ہر وقت کام ایسا ہے جس میں تراجم قرآن کریم، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات اور کتب کی ذمہ داری ہے۔ساری زندگی ہمیشہ بہت احتیاط سے کام لیا ہے کہ اس میں غلطی نہیں ہونی چاہئے اور مجھے یہی فکر ہے۔ الحمدللہ کہ یہ عارضی کیفیت بہت جلد بہتر ہوگئی اور آپ بھی مطمئن ہو گئے۔

آپ خودنمائی اور اپنی ذات کو نمایاں کرنے سے بہت گریز کرتے۔اپنی اولاد کو جماعت اور خلیفہ وقت کے ساتھ تعلق رکھنے کی تلقین کرتے۔اپنے اخلاق کی وجہ سے اپنے سارے خاندان، دوستوں اور کارکنان میں بھی ہر دلعزیز تھے اور قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے۔

آپ کے عزیز اور بچے اپنے روزمرّہ معاملات کے حوالہ سے ابا سے دعا کی درخواست کرتے۔آپ کبھی ایسا اظہار نہیں کرتے تھے کہ گویا بہت دعا گو ہوں۔ لیکن آپ کی دعا کا ایک خاص رنگ تھا جس کے ثمرات ہمیشہ ہم نے دیکھے۔اکثر جب فون پر بات ہوتی اور کسی دفتری یا گھریلو معاملہ کے لئے دعا کی درخواست کرتا تو بعد میں پوچھا کرتے کہ فلاں معاملہ حل ہو گیا؟ اکثر شرمندگی ہوتی کہ مَیں آپ کو بتانا بھول جاتا کہ معاملہ تو اُسی طرح حل ہو گیا تھا جس طرح میری خواہش تھی۔

آپ میں اللہ تعالیٰ پر توکل بے حد تھا۔بچپن میں ہماری امی جب بچوں کی تعلیم کے بارہ میں محنت کرتیں اور فکرمندی کا اظہار کرتیں تو بھی ابا کو کبھی فکرمند نہ دیکھا۔یہی کہتے کہ ٹھیک ہو جائے گا، اللہ فضل کرے گا۔چنانچہ بظاہر اگر کوئی ناکامی بھی ہوتی تو یہی کہتے کہ شاید اللہ تعالیٰ تمہارے لئے ایسے ہی بہتر سمجھے اور اس ناکامی کے اچھے پہلوؤں پر غور کرو۔

گزشتہ بیس سال سے ابا اور امی چھٹیوں میں اکثر یورپ یا کینیڈا وغیرہ آتے لیکن ہر سال ابا کی رضامندی حاصل کرنا ایک مشکل مرحلہ ہوتا۔ان کا ہمیشہ یہی کہنا ہوتا کہ مَیں واقف زندگی ہوں اور مجھے لمبی چھٹی لینا مناسب نہیں لگتا۔اگر کوئی یہ ذکر کر دیتا کہ آپ تو اب ریٹائرڈ ہیں تو کہتے مَیں نے زندگی وقف کی ہے نہ کہ زندگی کا ایک حصہ۔

کبھی کسی بچے سے اپنی یا گھر کی چھوٹی سی ضرورت کا بھی ذکر نہ کرتے۔کبھی بھی ہم سے اپنی دنیاوی خواہشات کے حوالہ سے کوئی تقاضا نہیں کیا۔کبھی اشارۃً بھی کسی مالی ضرورت کا ذکر نہیں کیا۔لیکن یہ ذکر ضرور کرتے کہ فلاں مستحق کی شادی ہونی ہے یا کسی اَور ضرورت کی طرف توجہ دلاتے تا کہ اگر ایسے کار ثواب میں شامل ہونا چاہیں تو ہو جائیں۔لیکن ذاتی ضروریات کے متعلق پوچھنے کے باوجود بھی کبھی ذکر نہ کرتے۔

آپ کو لباس بہت سادہ تھا جو کہ آپ کی طبیعت کی عکاسی کرتا۔ ہمیشہ میری امی ہی ان کے قمیص شلوار خرید کر سلواتیں۔ابا طبیعت پر بہت بوجھ محسوس کرتے اور محسوس کرتے کہ نئے سوٹ ضرورت سے زیادہ بن گئے ہیں۔

گزشتہ چند سالوں میں پاؤں کی سوجن سے بند جوتے پورے نہیں آتے تھے۔خاص جوتے بنوائے بھی لیکن سوجن زیادہ ہوتی چلی گئی۔ 2011ء میں لندن آئے تو میرے ایک بھائی ابا کے لئے ایک نئی سینڈل خرید لائے۔آپ نے فوراً کہا کہ مجھے تو کوئی ضرورت نہیں تھی۔ کچھ دن بعد میرے ساتھ کار میں گئے۔ جوتوں کی ایک دکان کے سامنے مَیں نے کار روکی اور کہا کہ یہاں بڑے آرام دہ جوتے مل جاتے ہیں۔ کہنے لگے: مجھے تو نہیں چاہئے، رضوان بھی زائد لایا ہے۔مَیں نے کہا کہ ابا! یہ جوتے پاکستان میں نہیں ملتے، ایک دو سال آرام سے چل جائیں گے۔ کہنے لگے کہ زندگی کا ایک ماہ کا بھروسہ نہیں، تم دو سال کی تیاری کر رہے ہو۔مَیں اصرار کے ساتھ ایک جوتا لے آیا لیکن آپ نے سخت ناپسند کیا اور کافی دیر خاموش رہے۔آپ کی عادت تھی کہ اگر کسی بات کو ناپسند کرتے یا الجھن محسوس کرتے تو خاموش ہو جاتے۔

اپنی ذات پر خرچ کرنے کے برعکس گھر کی روزمرہ اشیاء میں کبھی کمی نہ ہونے دیتے۔اگر کوئی مہمان وغیرہ آنے ہوں تو عموماً ہماری امّی گھریلو ذمہ داریوں کو دیکھتی تھیں۔لیکن ابا بھی ہر طرح سے ہاتھ بٹاتے۔ جب ہم چھوٹے تھے تو روزانہ خود گھر پر سبزی اور روزمرہ کی اشیاء سائیکل پر آ کر پہنچاتے۔موسمی پھل باقاعدگی سے گھر میں لاتے لیکن مَیں نے آپ کو کبھی یہ پھل کھاتے نہیں دیکھا۔ ہم اصرار بھی کرتے تو آپ انکار کر دیتے۔ کھانا اور ناشتہ وغیرہ اکٹھے بیٹھ کر ہوتا۔شام کو اکثر سکول کے کام میں ہماری مدد کرتے۔ انگلش اور عربی خاص طور پر پڑھاتے تھے اور کبھی اکتاہٹ کا اظہار نہیں کرتے تھے اور نہ کسی کو کبھی ڈانٹا کرتے۔

جب ہم گھر سے باہر نکل آئے تو خطوط میں ہمیشہ یہی نصیحت ہوتی کہ جماعت سے قریبی تعلق رکھو اور جماعتی خدمت میں کبھی پیچھے نہ رہو۔

آپ کو اپنے پوتے پوتیوں کے ساتھ بھی بہت پیار تھا خصوصاً عمران کے بیٹے حسن کے ساتھ بے حد محبت تھی۔ 2011ء میں لندن آئے تو حسن ڈیڑھ سال کا تھا۔آپ بلاناغہ صبح فون کر کے اُس سے بات کرتے حالانکہ وہ ابھی بات نہیں کر سکتا تھا۔دراصل ہر بچے کے ساتھ انفرادی تعلق قائم کرتے چنانچہ سب بچے آپ کا بہت احترام کرتے۔اگر کسی بچہ کو اپنے والدین سے ڈانٹ یا سزا ملتی تو بہت بُرا مناتے۔ ایک دفعہ میری چھوٹی بیٹی ماریہ نے ربوہ میں دیوار پر کچھ لکھ دیا اور ڈرائنگ کر دی تو کسی نے اس کو پیار سے کہا کہ اب ہمیں دوبارہ پینٹ کروانا پڑے گا، ایسا نقصان نہیں کرتے۔لیکن ابا فوراً بولے: نہیں، یہ تو ہم ماریہ کی یاد میں ایسے ہی رکھیں گے۔ چنانچہ بچی کو اپنی غلطی کا احساس تو ہوا لیکن ابا کی بات سے خوشی بھی ہوئی۔

خاکسار اپنی، اپنے بھائیوں اور دیگر عزیزوں کی طرف سے تمام بزرگان، دوستوں اور دفتری عملہ کا شکریہ ادا کرتا ہے اور خاص طور پر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کا انتہائی ممنونِ احسان ہے کہ ابا کی وفات پر اس قدر خوبصورت رنگ میں جامع ذکر خیر فرماتے ہوئے نماز جنازہ پڑھائی۔ یہ ہمارے لئے سکینت کا باعث بنا اور ہمارے غمزدہ دلوں بہت حوصلہ ملا۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء۔

انصار ڈائجسٹ

فرخ سلطان محمود

''زندہ درخت''

یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ ہر چیز جو تخلیق کی گئی ہے، اُس کے لئے فنامقدّر ہے۔اور وجود میں آنے والی ہر زندگی کے لئے موت کا ایک وقت مقرر ہے۔لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ایسے عبادالرحمٰن جو اپنی زندگیوں کا مقصد حاصل کرنے کی سعی میں اپنی ساری زندگی بسر کردیتے ہیں، وہ نہ صرف اپنے خالق و مالک کے حضور، روحانی طور پر حیات جاودانی پالیتے ہیں بلکہ تاریخ کے اوراق میں بھی اُن کا اسم گرامی ہمیشہ کے لئے سنہری حروف میں لکھا جاتا ہے۔

آج ہمارے پیش نظر کتاب ''زندہ درخت'' ایک ایسی ہی تصنیف ہے جو ایسے پاکیزہ وجودوں سے معنون ہے جنہوں نے مسیح الزمانؑ کے دست مبارک کو چھونے کی سعادت حاصل کی اور ایسے روحانی ماحول میں اپنی زندگیاں بسر کرنے کی سعادت پائی جو احمدیت کی برکت سے دنیاداری سے کوسوں دُور تھا اور اس ماحول میں پرورش کے نتیجہ میں انفرادی روحانی ترقیات کی ضمانت دی جاسکتی تھی۔

صد سالہ جشن تشکر کے حوالہ سے طبع کی جانے والی یہ ضخیم کتاب شعبہ اشاعت لجنہ اماء اللہ ضلع کراچی کی پیشکش ہے جسے مکرمہ امۃ الباری ناصر صاحبہ نے مرتب کیا ہے۔ A5 سائز کے 363 صفحات پر مشتمل اس کتاب کا سرورق بھی ایک انفرادیت کا حامل ہے۔ ''زندہ درخت'' کی وجہ تسمیہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کا یہ شعر ہے جسے سرورق کی زینت بنایا گیا ہے:

جتنے درخت زندہ تھے وہ سب ہوئے ہرے
پھل اس قدر پڑا کہ وہ میووں سے لد گئے

سرورق پر حضرت میاں فضل محمد صاحبؓ ہرسیاں والے، محترم میاں عبدالرحیم صاحب درویش قادیان اور حضرت حکیم اللہ بخش صاحبؓ مدرس کی تصاویر شائع کی گئی ہیں جبکہ کتاب کے اندر بھی چند تصاویر شامل اشاعت ہیں۔تینوں بزرگوں کے حوالہ سے کتاب کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔تینوں بزرگوں کی سیرۃ پر تفصیلی روشنی ڈالنے کے علاوہ ان کی نسلوں کا مختصر تعارف اور اُن پر ہونے والے خدائی افضال کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ذیل میں اپنے کالم کے محدود صفحات کے پیش نظر اس کتاب کے صرف منتخب حصے پیش کئے جارہے ہیں تاہم اس امر میں کوئی شک نہیں کہ کتاب میں بیان شدہ سیرۃ کے واقعات اتنے دلچسپ اور ایمان افروز ہیں کہ ان مضامین کا انتخاب خاصا دشوار مرحلہ تھا۔ کیونکہ یہ اصحابِ احمدؑ نہ صرف اپنی ذات میں فرشتوں کی سی خُو بُو کے حامل تھے بلکہ صداقتِ احمدیت کی ایک منہ بولتی تصویر تھے۔نہ صرف ان کی زندگیاں بلکہ ان کی موت بھی حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت پر گواہ ہے۔

حضرت میاں فضل محمد صاحبؓ

1895ء میں بذریعہ خط حضرت مسیح موعودؑ کی غلامی میں آنے والے حضرت میاں فضل محمد صاحبؓ کو 1897ء میں زیارت کا شرف عطا ہوا۔حضورؑ نے 1898ء میں ایک اشتہار شائع فرمایا جس میں 316 منتخب اصحاب کے نام درج فرمائے ان میں 299 نمبر پر آپؓ کا نام تحریر ہے۔آپؓ کو حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ جہلم کے سفر میں معیت کی سعادت بھی عطا ہوئی۔

حضرت میاں فضل محمد صاحبؓ 1866ء میں پیدا ہوئے اور 90 سال کی عمر پاکر 7/نومبر 1956ء کو وفات پائی۔21 مئی 1906ء کو آپؓ نظام وصیت میں شامل ہوئے۔آپؓ کا وصیت نمبر 102 ہے۔اسی طرح تحریک جدید کے پانچ ہزاری مجاہدین میں آپ کا نمبر 526 ہے۔آپؓ کا جنازہ حضرت مصلح موعودؓ نے پڑھایا اور 9 نومبر 1956ء کے خطبہ جمعہ میں فرمایا:

''میاں فضل محمد صاحب...... کے ایک لڑکے نے بتایا کہ والد صاحب کہا کرتے تھے کہ مَیں نے جس وقت بیعت کی اس کے قریب زمانہ میں ہی مَیں نے ایک خواب دیکھا جس میں مجھے اپنی عمر 45 سال بتائی گئی۔مَیں حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور رو پڑا اور مَیں نے کہا حضور! بیعت کے بعد تو میرا خیال تھا کہ حضور کے الہاموں اور پیشگوئیوں کے مطابق احمدیت کو جو ترقیات نصیب ہونے والی ہیں انہیں دیکھوں گا مگر مجھے تو خواب آئی ہے کہ میری عمر صرف 45 سال ہے۔ اس پر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا: گھبراہٹ کی کوئی بات نہیں اللہ تعالیٰ کے طریق نرالے ہوتے ہیں شاید وہ 45 کو 90 کردے۔چنانچہ کل جو وہ فوت ہوئے تو اُن کی عمر پورے 90 سال کی تھی۔اس طرح احمدیت کی جو ترقیات ملیں وہ بھی انہوں نے دیکھیں اور 61 جلسے بھی دیکھے۔ان کے چار بچے ہیں جو دین کی خدمت کررہے ہیں۔ایک قادیان میں درویش ہوکر بیٹھا ہے۔ایک افریقہ میں مبلغ ہے۔ایک یہاں مبلغ کا کام کرتا ہے اور چوتھا لڑکا مبلغ تو نہیں مگر وہ اب ربوہ آگیا ہے اور یہیں کام کرتا ہے۔پہلے قادیان میں کام کرتا تھا۔لیکن اگر کوئی شخص مرکز میں رہے اور اس کی ترقی کا موجب ہو تو وہ بھی ایک رنگ میں خدمتِ دین ہی کرتا ہے۔......''

❁ حضرت مصلح موعودؓ نے خواب کا ذکر کیا ہے جو حضرت میاں فضل محمد صاحبؓ نے اپنی عمر کے بارہ میں دیکھی تھی۔آپؓ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ نے مجھے خواب میں فرمایا تھا کہ آپ کے گھر تین بیٹے ہوں گے۔پہلے کا نام عبدالغنی دوسری کا نام ملک غنی اور تیسرے کا نام پتال غنی رکھنا اور آپ کی عمر 45 سال کی ہوگی۔جب مَیں قادیان آیا تو حضورؑ مسجد کے اوپر بیٹھے تو چند اور اصحاب بھی وہاں بیٹھے تھے۔مَیں نے اپنی خواب عرض کی تو مولوی عبدالکریم صاحبؓ ہنس کر بولے کہ پھر بتلاؤ کہ پہلے کا نام کیا ہے اور دوسرے کا نام کیا۔جب مَیں نے دوبارہ بتلایا تو وہ پھر بولے کہ پھر بتلاؤ۔تو مَیں نے عرض کی کہ حضور! مولوی صاحب تمسخر کرتے ہیں اور مجھے بڑا غم لگا ہوا ہے۔حضورؑ مسکرا کر بولے کہ آپ کو کیا غم ہے۔تو مَیں نے عرض کی کہ حضور میری عمر اس وقت تقریباً تیس سال کی ہے اور تھوڑی باقی رہ گئی ہے۔ابھی مَیں نے حضورؑ کا زمانہ دیکھنا ہے۔اس پر حضورؑ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے وہ دوگنی کردیا کرتا ہے۔

حضرت میاں فضل محمد صاحبؓ کی بیان فرمودہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی پہلی بیعت اُس وقت اتفاقاً ہوگئی تھی جب آپ کے ایک دوست نے بیعت عام کے وقت آپ کا ہاتھ پکڑکر آگے کردیا تھا۔ لیکن چند روز بعد اس سوچ کے نتیجہ میں آپ نے ایک جوش کے ساتھ دوبارہ قادیان جاکر بیعت کرلی کہ قادیان میں جو کچھ بھی دیکھا یا سنا وہ سب عین اسلام ہے۔کچھ عرصہ بعد آپ کی اہلیہ محترمہ نے بھی ایک

خواب کے نتیجہ میں قادیان جا کر بیعت کی سعادت پائی۔ اُن کا مختصر ذکر خیر آئندہ آئے گا۔ ذیل میں حضرت میاں فضل محمد صاحبؓ کی بیان فرمودہ چند ایمان افروز روایات ہدیۂ قارئین ہیں:

❁ آپؓ بیان فرماتے ہیں کہ کچھ عرصہ بعد آپ کے گاؤں کی مسجد کے دروازے (فسادیوں کی طرف سے) احمدیوں کے لئے بند کردیئے گئے تو آپؓ نے قادیان جا کر یہ حالات حضرت مسیح موعودؑ کے گوش گزار کئے۔ اس پر حضورؑ نے فرمایا کہ صبر کرو یہ سب مسجدیں تمہاری ہی ہیں۔ چنانچہ بعد میں وہ مسجد احمدیوں کو ہی مل گئی۔

❁ حضرت میاں فضل محمد صاحبؓ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام سیر سے واپس تشریف لائے اور گھر میں داخل ہونے لگے تو مَیں نے آگے ہوکر عرض کی کہ حضور! مَیں نے سنا ہے کہ پہلے زمانہ میں بزرگ، اگر کسی کو کچھ تکلیف ہوتی تھی تو اس پر وہ اپنے منہ کی لعاب لگا دیا کرتے تھے تو اس کو شفا ہو جاتی تھی۔ میری آنکھوں پر ہمیشہ پھنسیاں نکلتی رہتی ہیں۔ اس پر حضورؑ مسکرا پڑے اور کچھ پڑھ کر آنکھوں پر دَم کیا۔ اس روز سے آج تک تقریباً 35 برس گزر گئے ہیں، میری آنکھ پر کبھی پھنسی نہیں ہوئی بلکہ میری آنکھیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے کبھی دکھنے ہی نہیں آئیں۔

❁ آپؓ مزید فرماتے ہیں کہ ایک بار حضورؑ سیر کرنے باغ کی طرف تشریف لے گئے تو مالی نے دو تین ٹوکریوں میں شہتوت ڈال کر ہمارے آگے رکھ دیئے۔ مَیں حضورؑ کے بالکل ساتھ بیٹھا تھا اور حجاب کی وجہ سے کھاتا نہ تھا۔ یہ دیکھ کر حضورؑ نے فرمایا: فضل محمد! تم کھاتے کیوں نہیں؟ اس وقت مجھے اور تو کوئی بات نہ سوجھی جھٹ منہ سے نکلا کہ حضور یہ گرم ہیں اس واسطے میری طبیعت کے موافق نہیں۔ جس پر حضورؑ نے فرمایا: نہیں میاں! یہ گرم نہیں ہیں یہ تو قبض کشا ہیں۔

جب مَیں نے دیکھا کہ حضورؑ میری طرف متوجہ ہیں تو مَیں نے عرض کی کہ حضور! میری بائیں ران پر ایک گلٹی ہے اور وہ بہت مدّت سے ہے مجھے ڈر ہے کہ یہ کسی وقت تکلیف نہ دے۔ اُس وقت حضورؑ کی زبان مبارک سے نکلا تکلیف نہیں دے گی آرام آجائے گا۔ اور ایک دوائی کا نام لیا جو مجھے یاد نہ رہا۔ کچھ دن بعد اس گلٹی میں درد ہونی شروع ہوئی۔ تب مجھے خیال آیا کہ حضورؑ نے جو دوائی بتلائی تھی اس کا نام میں بھول گیا ہوں۔ حیران تھا کہ کیا کروں۔ اتنے میں دو تین دن کے بعد وہ گلٹی اوپر سے کھل گئی اور پھٹ کر باہر نکل آئی اور دو تین دن کے بعد زخم صاف ہوگیا۔ اسی طرح ایک پھوڑا تھا جو مجھے سخت تکلیف دے رہا تھا۔ مَیں نے اس کی شکایت حضورؑ سے کی۔ حضورؑ نے فرمایا کہ اچھا ہو جائے گا۔ چنانچہ وہ خود بخود بغیر علاج کے اچھا ہوگیا۔

❁ آپؓ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مَیں نے اور میاں خیرالدین صاحب سیکھوانی نے باہم مل کر ارادہ کیا کہ قادیان میں دکان کھولیں اور پہلے حضورؑ سے اجازت لی جائے۔ چنانچہ جب ہم نے حضورؑ کی خدمت میں یہ عرض کیا تو فرمایا کہ پہلے استخارہ کرلو۔ مَیں نے عرض کی کہ حضور استخارہ تو ایک ہفتہ تک کرنا پڑے گا۔ تب حضورؑ نے فرمایا کہ استخارہ دعا ہی ہوتی ہے۔ ہر نماز میں دعا کرو۔ ایک دن میں بھی استخارہ ہوسکتا ہے۔ ...... اس کے بعد ہمارا خیال دکان کرنے کا بالکل جاتا رہا۔

❁ ایک دفعہ حضورؑ نے فرمایا کہ مَیں نے دیکھا ہے کہ کچھ لوگ سیاہ رنگ کے پودے لگا رہے ہیں۔ مَیں نے اُن سے پوچھا کہ یہ کیسے پودے ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ طاعون کے پودے ہیں۔ تو پھر مَیں نے پوچھا کہ کب؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ جاڑے کے موسم میں۔ تب حضورؑ نے جماعت کو فرمایا کہ مَیں نے رؤیا دیکھا ہے۔ اب دنیا میں طاعون کا عذاب آنے والا ہے۔ بہت بہت توبہ کرو صدقہ کرو اور اپنی اصلاح کرو۔

ہمارے گاؤں میں جب طاعون کے آغاز میں چوہے مرنے شروع ہوئے تو مَیں نے اس بارہ میں حضورؑ سے ذکر کیا۔ حضورؑ نے فرمایا کہ فوراً باہر کھلی ہوا میں چلے جاؤ۔ ایسے خطرہ کے وقت اس جگہ کو چھوڑنا ہی سنت ہے۔ چنانچہ مَیں حضورؑ کے حکم کے ماتحت باہر چلا گیا اور سب لوگ بھی میرے سبب باہر چلے گئے مگر ایک چچازاد بھائی نہ گیا اور چند دن بعد وہ طاعون سے مرگیا۔

❁ ایک دفعہ مولوی محمد حسین بٹالوی کے ساتھ ایک مقدمہ کی پیشی کے لئے حضورؑ کو موضع دھاریوال جانا پڑا۔ گرمی کا موسم اور رمضان کا مہینہ تھا۔ بہت سے دوست اردگرد سے وہاں گئے۔ بہتوں نے روزے رکھے ہوئے تھے۔ وہاں ایک سردارنی نے دعوت کا پیغام بھیجا۔ حضورؑ نے دعوت منظور فرمائی۔ سردارنی نے میٹھے چاول وغیرہ کی دعوت کی۔ بعض دوستوں نے حضورؑ سے روزہ کے متعلق عرض کی۔ حضورؑ نے فرمایا: سفر میں روزہ رکھنا جائز نہیں ہے۔ چنانچہ اُسی وقت دوستوں نے روزے توڑ دیئے۔

❁ ایک دفعہ دعا کے متعلق سوال ہوا۔ حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ دعا ہی مومن کا ہتھیار ہے۔ دعا کو چھوڑنا نہیں چاہئے۔ دعا سے تھکنا نہیں چاہئے۔ لوگوں کی یہ عادت ہے کہ کچھ دن دعا کرتے ہیں اور پھر چھوڑ دیتے ہیں۔ دعا کی مثال حضورؑ نے کنوئیں سے دی کہ انسان کنواں کھودتا ہے۔ جب پانی کے قریب پہنچتا ہے تو تھک کر چھوڑ دیتا ہے اور نااُمید ہو جاتا ہے۔ اگر ایک دو بالشت اَور کھودتا تو نیچے سے پانی نکل آتا اور کامیاب ہو جاتا۔ اسی طرح دعا کا کام ہے کہ انسان کچھ دن دعا کرتا ہے اور پھر چھوڑ دیتا ہے اور ناکام رہتا ہے۔

❁ ایک بار مَیں نے حضورؑ سے پوچھا کہ عشاء کی نماز کے بعد اگر وتر نہ پڑھے جائیں اور پچھلے پہر بھی کسی وجہ سے نہ پڑھ سکیں تو پھر ان کو کس وقت پڑھا جائے۔ حضورؑ نے فرمایا کہ بہتر یہ ہے کہ پہلے ہی پہر پڑھ لئے جائیں۔

❁ ایک دفعہ عید کی نماز ادا کرچکے تو مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے حضرتؑ کے حضور عرض کی کہ حضورؑ نے فرمایا تھا کہ عید کے دن اللہ تعالیٰ کوئی نشان ظاہر کرے گا اور آج عید کا دن ہے۔ حضورؑ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ۔ تب سب لوگ مسجد میں بیٹھ گئے اور حضورؑ نے کرسی پر بیٹھ کر عربی زبان میں خطبہ شروع کردیا۔ بہت سے دوستوں نے لکھنا شروع کیا اور جب کوئی لفظ کسی لکھنے والے کی سمجھ میں نہ آتا تو حضورؑ سے پوچھنے پر لفظ مع تلفظ بتلا دیتے۔ اس وقت حضورؑ اس طرح زبان مبارک سے الفاظ نکالتے تھے کہ گویا کتاب آگے رکھی ہوئی ہے جس سے دیکھ دیکھ کر پڑھتے ہیں۔ حضورؑ کا رنگ اُس وقت سرسوں کے پھول کی مانند تھا۔ آنکھیں بند رکھے ہوئے تھے اور کبھی کبھی کھول بھی لیتے تھے۔

❁ حضورؑ کے اخلاق نہایت اعلیٰ اور پاکیزہ تھے۔ حضورؑ کا ہر ایک شخص سے ایسا طریق تھا کہ ہر شخص خیال کرنے لگتا تھا کہ مَیں ہی حضورؑ کا ایک خاص خادم ہوں اور جیسی محبت مجھ سے ہے اَور کسی سے نہیں ہے۔ حضورؑ کبھی کسی خادم سے گفتگو کرتے وقت اپنے چہرۂ مبارک پر کسی قسم کی کوئی ایسی علامت ظاہر ہونے نہیں دیتے تھے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہو کہ حضورؑ اس گفتگو یا اس بات کو سننا پسند نہیں کرتے یا حضورؑ کی توجہ کسی اَور کی طرف لگی ہوئی ہے۔ باوجود اس کے کہ حضورؑ کے اوقات بہت

گرامی اور عزیز تھے مگر حضورؑ کے اخلاق کریمہ چھوٹے سے چھوٹے آدمی کو بھی اپنا یکساں ممنون بنائے رکھتے تھے۔ ایک دفعہ حضورؑ مسجد مبارک میں نماز پڑھ کر مکان کے اندر تشریف لے جانے لگے۔ جب حضورؑ کھڑکی سے گزر گئے تو مَیں نے بھی جرأت کی اور حضورؑ کے پیچھے اندر داخل ہو کر عرض کی کہ حضورؑ مَیں نے کچھ عرض کرنی ہے۔ حضورؑ وہاں ایک چارپائی پر بیٹھ گئے اور مَیں بھی حضورؑ کے پاس بیٹھ گیا۔ مَیں نے وہاں بیٹھ کر حضورؑ سے باتیں کرنی شروع کر دیں۔ میری وہ گفتگو بعض دنیاوی امور کے متعلق تھی جن سے حضورؑ کو کوئی دلچسپی نہیں تھی مگر حضورؑ پوری توجہ سے سنتے رہے۔ مَیں نے کچھ خوابیں بھی سنائیں۔ اس گفتگو میں کافی عرصہ لگ گیا۔ میرا دل یہی چاہتا تھا کہ مَیں حضورؑ کے پاس بیٹھا رہوں۔ جب بہت دیر ہوگئی تو مجھے خود ہی خیال آیا کہ حضورؑ کا وقت بہت قیمتی ہے مَیں اسے کیوں ضائع کر رہا ہوں۔ اس خیال کے آتے ہی مَیں نے حضورؑ سے اجازت لے لی۔ آج مجھے جب اس کا تصور آتا ہے تو گھبرا اٹھتا ہوں۔

❁ حضورؑ کا اپنے مہمانوں سے بالکل ایسا تعلق تھا جو ایک شفیق باپ کا اپنی اولاد سے ہوتا ہے۔ ایک دفعہ مسجد مبارک میں کچھ دوست کھانا کھانے بیٹھے۔ حضورؑ اندر سے تشریف لائے اور مہمانوں کے ساتھ بیٹھ گئے۔ حضورؑ چھوٹا سا ٹکڑا لیتے تھے اور اس سے ذرا سا سالن لگا کر اسے کھاتے تھے۔ اپنے سامنے سے بوٹیاں اٹھا اٹھا کر دوسروں کے برتنوں میں رکھتے جاتے تھے۔

❁ حضورؑ کبھی اور کسی مرحلہ پر مایوس نہیں ہوتے تھے۔ میاں محمد اکبر صاحب مرحوم ایک دفعہ سخت بیمار ہوگئے۔ حضرت خلیفہ اوّل علاج فرماتے تھے۔ بہت علاج کیا مگر کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ آخر مولوی صاحب نے علاج بند کر دیا۔ کسی نے حضرت اقدسؑ کو بھی اطلاع کر دی۔ آپؑ حضرت مولوی صاحبؓ سے فرمانے لگے: ''کیا آپ مایوس ہوگئے ہیں؟''۔ انہوں نے فرمایا کہ حضورؑ! ان کے بچنے کی کوئی امید نہیں اس لئے علاج بند کر دیا ہے۔ حضورؑ یہ سن کر فرمانے لگے: ''اچھا اب آپ علاج نہ کریں ہم علاج کریں گے''۔ چنانچہ حضورؑ نے علاج شروع کر دیا اور میاں محمد اکبر صاحب اس مرض سے اچھے ہوگئے۔

❁ حضور علیہ السلام کے کمالِ تقویٰ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت میاں فضل محمد صاحبؓ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضورؑ سیر کو جا رہے تھے۔ راستہ میں ایک کیکر کا درخت گرا ہوا تھا۔ لوگ اس سے مسواکیں بنانے لگے۔ جب حضورؑ واپس تشریف لائے تو لوگوں کو مسواکیں بناتے دیکھا۔ حضورؑ نے فرمایا کہ آپ لوگ کس کی اجازت سے مسواکیں بنا رہے ہیں؟ سب نے اُسی وقت مسواکیں پھینک دیں۔

❁ حضرت میاں فضل محمد صاحبؓ کے بارہ میں مکرم نذر حسین صاحب بیان کرتے ہیں کہ آپؓ کی دودھ دہی، سوڈا واٹر اور رس ڈسکٹ وغیرہ کی دکان تھی۔ ہاتھوں سے دودھ کو ہلانے کا کام لیتے اور ہونٹ تسبیح و تحمید میں ہلتے رہتے یوں آپؓ دست بکار اور دل بایار کا عملی نمونہ تھے۔ آپؓ خاموش طبع انسان تھے۔ چہرہ پر ہمیشہ طمانیت کے آثار موجود ہوتے۔ دکان کے طاقچہ پر ایک لوہے کی میخ کے ساتھ ایک کاپی اور ایک پنسل بندھی ہوتی تھی جس پر ادھار لینے والوں کا حساب درج ہوا کرتا تھا۔ لیکن آپؓ کا یہ حال تھا کہ کبھی حساب لکھنے والے کی جانچ پڑتال نہ کی۔ جو کچھ کوئی لکھ جاتا اُس کو ہی صحیح سمجھ لیا جاتا۔ کئی ناعاقبت اندیش طلباء آپؓ کی اس سادہ دلی سے ناجائز فائدہ اٹھاتے مگر آپؓ کے ماتھے پر شکن تک نہ پڑتی۔ ہاں آپؓ اصولوں پر قائم رہتے۔ یہی طلباء اگر کبھی سر سے ننگے آپؓ کی دکان سے سودا لینے جاتے تو آپؓ واپس لوٹا دیتے کہ سر پر ٹوپی رکھ کر آؤ۔

❁ آپؓ کے ایک نواسے مکرم چودھری فاروق احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ نانا جان کی دکان کے عقب میں ایک کمرہ تھا جس میں ہم رہتے تھے۔ روزانہ آپؓ ہمارے صحن سے گزر کر دکان پر جاتے اور شام کو دکان بند کر کے پھر صحن سے گزر کر اپنے گھر جاتے۔ ہم میں سے کوئی بیمار ہوتا تو آپؓ کو اطلاع دی جاتی تو آپؓ فرماتے کہ گُڑ لاؤ۔ پھر اس گُڑ کی گولی بناتے۔ اس پر کچھ پڑھتے اور وہ گولی بیمار کو کھلا دیتے۔ یہ میرا حیران کُن تجربہ ہے کہ ہر قسم کی بیماری اُن کی اُس گولی سے ٹھیک ہو جاتی۔

❁ جب بھی کوئی جنازہ آپؓ کی دکان کے سامنے سے گزرتا تو آپؓ سب کام چھوڑ کر ساتھ ہو جاتے اور نماز جنازہ پڑھ کر تدفین کے بعد واپس آتے خواہ مرحوم کو جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں۔

❁ آپؓ کی دکان کے آگے سے سردار صاحبان اپنی بیل گاڑیوں پر بہت زیادہ سامان لاد کر گزرتے اور جانوروں کو بڑی بیدردی سے مارتے۔ آپؓ اُن کو روک کر اُن سے وعدہ لیتے کہ آئندہ وہ جانور پر ظلم نہیں کریں گے۔ اس بات کا اُن لوگوں میں اتنا چرچا ہوا کہ وہ آپؓ کی دکان سے کچھ فاصلہ پہلے ہی جانوروں کو مارنا بند کر دیتے اور کافی آگے جا کر جانور کو کچھ کہتے۔

❁ حضرت میاں فضل محمد صاحبؓ کی اہلیہ حضرت برکت بی بی صاحبہؓ کا تعلق دیالگڑھ کے ایک متعصب گھرانہ سے تھا لیکن اپنے خاوند کی بیعت کے فوراً بعد ہی قادیان آ کر بیعت کی سعادت حاصل کی۔ دراصل آپؓ کی رہنمائی خوابوں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ پہلے ہی کر چکا تھا۔ چنانچہ پہلی دفعہ جب آپؓ قادیان پہنچیں تو میاں صاحب سے کہا کہ اب آپ مجھے راستہ نہ بتائیں بلکہ میرے ساتھ ساتھ آئیں، مَیں اُس راستے سے جاؤں گی جو خوابوں میں دیکھا کرتی ہوں۔ چنانچہ آپؓ خود چلتی ہوئی دارالمسیح تک پہنچ گئیں۔ اور پہلی مرتبہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے رُخِ انور پر نظر پڑی تو پہچان گئیں کہ یہ وہی بزرگ ہیں جن کو خواب میں دیکھا تھا اور فوراً بیعت کرلی۔ پھر اپنے شوہر سے فرمائش کی کہ مَیں آپ سے کچھ نہیں مانگتی، صرف یہ وعدہ کریں کہ مجھے قادیان جانے سے نہیں روکیں گے۔

❁ حضرت برکت بی بی صاحبہؓ قادیان آتیں تو حضرت اماں جانؓ کے پاس ہی قیام ہوتا۔ آپؓ گھر کے کاموں میں ہاتھ بٹاتیں۔ کھانے پکانے میں کافی مہارت تھی۔ پہلی بار کھانا پکایا تو حضورؑ نے پسند فرمایا اور پوچھا کہ کس نے کھانا پکایا ہے؟ حضرت اُمّ المومنینؓ نے ان کے بارہ میں بتایا تو حضورؑ نے ازراہ شفقت ارشاد فرمایا کہ اب یہ جب بھی آئیں کھانا یہی پکایا کریں۔ اس طرح آپؓ کو ایک بابرکت خدمت کی توفیق ملنے لگی۔ آپؓ قادیان آتیں تو کئی کئی دن ٹھہر جاتیں۔

❁ آپؓ اکثر اپنی بڑی بچی رحیم بی بی کو بھی ہمراہ لے آتیں۔ اس بچی کی ایک بھولپن کی فرمائش کا دلچسپ واقعہ یوں ہے کہ حضورؑ کسی تصنیف میں مصروف تھے۔ بچی حضرت صاحب کو پنکھا کر رہی تھی۔ خدا جانے اس بچی کے دل میں کیا آیا کہ وہ ایک کھڑکی پر چڑھ کر بیٹھ گئی اور کہنے لگی: 'حضرت جی! آپ یہاں آجائیں تو مَیں آپ کو پنکھا کروں'۔ اور حضورؑ بچی کی دلجوئی کی خاطر کام چھوڑ کر کھڑکی کے پاس تشریف لے آئے۔

نوٹ: اگر آپ بھی اپنی کسی پسندیدہ کتاب کا تعارف ''انصارڈائجسٹ'' کی زینت بنانے کے خواہشمند ہیں تو براہ کرم درج ذیل فون نمبر پر رابطہ فرمائیں:

07947408144